معمر بن راشد
ترجمہ: ڈاکٹر محمد یونس خالد

# کتاب المغازی

مغازی معمر بن راشد قدیم ترین ماخذ سیرت ہے۔ معمر بن راشد کی وفات مشہور قول کے مطابق ۱۵۶ھ میں ہوئی، یہ کتاب حال ہی میں ڈبلیو سین انتھونی کی ادارت سے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس متن کو اس کی قدامت اور اہمیت کے پیش نظر ترجمہ کرکے یہاں مکمل شائع کیا جارہا ہے۔ ادارہ

## بئر زمزم کی کھدائی

عبدالرزاق معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ پہلی چیز جو رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بارے میں بیان کی جاتی ہے وہ یہ تھی کہ جب قریش ابرہہ کے لشکر کے ڈر سے مکہ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو عبدالمطلب نوجوان تھے۔ وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں عزت کی تلاش میں ہرگز حرم سے باہر نہیں نکلوں گا، چناں چہ وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ گئے اور قریش اسے چھوڑ گئے انہوں نے یہ دعا مانگی:

> اے اللہ! ہر آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے سو تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر، کہ کہیں ان کی صلیب اور اوران کے مکر سے آپ کی تدبیر مغلوب نہ ہوجائے۔

وہ اسی حال میں ٹھہرے رہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کردیا اس کے بعد قریش واپس لوٹے۔ عبدالمطلب کی اس عزیمت اور شعائر اللہ کی تعظیم کی وجہ سے قریش کی نظر میں ان کی عظمت بڑھ گئی۔ اسی دوران ان کے بڑے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کی پیدائش ہوئی اور کچھ عرصے بعد خواب میں کسی کہنے والے نے ان سے کہا کہ اے محترم شیخ زمزم کے کنویں کی کھدائی کر۔ راوی کا کہنا ہے کہ

جب وہ جاگے تو دعا مانگی کہ اے اللہ مقام زمزم کی نشان دہی فرما۔ پس دوسرے خواب میں ان کو دکھایا گیا کہ تم گوبر اور خون کے درمیان میں کھدائی کرو جو چیونٹیوں کی بستی میں کوے کی نشان دہی کی جگہ پر ہے۔

راوی کا کہنا ہے کہ اگلے دن عبد المطلب اٹھے اور مسجد حرام میں جاکر بیٹھ گئے اور جو نشانیاں ان کو بتائی گئی تھیں انہیں تلاش کرنے لگے۔ اچانک دیکھا کہ مقام حزورہ میں ایک گائے ذبح کی جارہی ہے، لیکن ذبح کے مقام سے چھری پھر جانے کے بعد گائے قصائی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بھاگنے لگی، بھاگتے ہوئے مسجد میں گھس گئی اور اس مقام پر آکر گر گئی، جس کے نیچے زمزم کا پانی تھا، وہیں اس کو ذبح کیا گیا۔ جب گوشت ہٹایا گیا تو ایک کوا آکر خون اور گوبر پر بیٹھ گیا اور قریب ہی چیونٹیوں کے بل میں اپنی خورک تلاش کرنے لگا۔

عبد المطلب اٹھے اور اسی مقام پر کھدائی شروع کردی۔ جب مسجد میں کھدائی شروع کی تو قریش آئے اور کہنے لگے کہ یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ ہم نے آپ کو سمجھ دار ہی پایا ہے آپ ہماری مسجد میں آکر کھدائی کیوں کررہے ہیں؟ عبد المطلب کہنے لگے کہ میں یہاں کنواں کھود رہا ہوں جو مجھے روکنے کی کوشش کرے گا میں اسے للکاروں گا۔ چناں چہ اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیکر کھدائی کرتے رہے۔ ان دنوں ان کا یہی ایک بیٹا تھا۔ قریش کے بعض لوگ ان کے پاس آئے اور عبد المطلب سے جھگڑنے لگے، جب کہ دوسرے بعض لوگ عبد المطلب کی وجاہت کی وجہ سے ان لوگوں کو منع کرنے لگے، کیوں کہ ان دنوں عبد المطلب کی صداقت وشرافت اور دین پر ان کا رسوخ بہت مشہور تھا۔ بہ ہر حال وہ کھدائی کرتے رہے، اس دوران سخت مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کھدائی کے دوران عبد المطلب نے یہ نذر مان لی کہ اگر ان کو دس بیٹے عطا کیے گئے تو وہ ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کردیں گے۔ کھدائی کرتے ہوئے ایک مرحلے میں اس جگہ کسی زمانے کی مدفون تلواریں برآمد ہوئیں۔ جب قریش نے دیکھا کہ کنویں سے تلواریں برآمد ہوئی ہیں تو انہوں نے اپنا حصہ مانگ لیا، لیکن عبد المطلب نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کیا کہ یہ بیت اللہ کی ملکیت ہیں۔

وہ کھدائی کرتے رہے یہاں تک کہ پانی نکل آیا، پانی نکلنے کے بعد کنویں کی بنیادیں، اس کے اندر کی دیوار اور منڈیر بنائی گئی۔ پھر عبد المطلب نے کنویں کے قریب ہی ایک حوض بنایا جس وہ اپنے بیٹے کو لے کر کنویں کا پانی بھرتے اور حاجیوں کو پلاتے۔ قریش کے بعض لوگ حسد کی وجہ سے رات کے وقت حوض کو خراب کرتے اور عبد المطلب دن کو دوبارہ اسے ٹھیک کرلیتے جب یہ سلسلہ صبر آزما ہوگیا تو

عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ قریش کے سامنے اعلان کر دو " اے اللہ میں نے یہ حوض غسل کرنے والوں کے لیے نہیں بل کہ خوب سیراب ہو کر پانی پینے والوں کے لیے بنایا تھا"۔ اگلے دن مسجد میں قریش کی مجلس تھی کہ عبدالمطلب کھڑے ہو گئے اور خواب کا واقعہ سنایا اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ یہ پانی پینے کے لیے ہے۔ اس دن سے یہ ہونے لگا کہ جو آدمی حوض کا پانی خراب کرنا چاہتا یا غسل کے لیے استعمال کرنا چاہتا تو اس کے جسم میں خاص قسم کی بیماری پیدا ہو جاتی، چناں چہ لوگ حوض کو خراب کرنے سے رک گئے، اس دن سے زمزم کے پانی کی تمام ذمے داری عبدالمطلب اور ان کے خاندان کے ہاتھوں میں رہی۔

اس واقعے کے بعد عبدالمطلب نے کئی عورتوں سے شادی کی ان سے دس بیٹے ہو گئے۔ ایک دن عبدالمطلب نے کہا کہ اے اللہ میں نے اپنے ایک بیٹے کو آپ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے نذر مانی تھی اس نذر کو پورا کرنے کے لیے میں قرعہ ڈال رہا ہوں، ان میں سے جو آپ کو پسند ہو قرع میں اس کو منتخب فرمالیجیے۔ جب قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کا نام نکل آیا، جو بیٹوں میں ان کے سب سے زیادہ چہیتے تھے۔ اس وقت عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا یا اللہ! آپ کو عبداللہ زیادہ پسند ہے یا سو اونٹ! یہ کہہ کر عبداللہ اور سو اونٹوں کا قرعہ ڈالا، اس مرتبہ سو اونٹوں کا قرع نکل آیا چناں چہ عبد المطلب نے عبداللہ کی سو اونٹ قربان کیے۔

عبداللہ قریش میں نہایت حسین وجمیل نوجوان تھے، ایک دن وہ قریش کی عورتوں کے ایک مجمع کے قریب سے گذرے تو ایک عورت کہنے لگی کہ اے قریش کی عورتو! تم میں سے کس کے ساتھ اس نوجوان کی شادی ہو سکتی ہے؟ اس وقت عبداللہ کے ماتھے سے نور ٹپک رہا تھا۔ بعد میں آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے ساتھ ان کا نکاح ہوا اور ان کے بطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا حمل ٹھہرا۔

شادی کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کھجوریں لانے کے لیے یثرب بھیجا، جہاں جا کر عبداللہ کا انتقال ہو گیا، ادھر کچھ عرصے کے بعد آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ والد کے انتقال کی وجہ سے دادا عبدالمطلب کی زیر پرورش رہے۔ انہوں نے قبیلہ بنو سعد کی ایک عورت کو دودھ پلانے کے لیے حوالے کیا۔ ایک مرتبہ ان کی رضاعی ماں سعدیہ ان کو لے کر عکاظ کے میلے میں لے آئی ایک کاہن نے اس بچے کو دیکھ کر کہا کہ اس کو قتل کر دو، کیوں کہ اس بچے کے بارے

میں بڑا ہو کر ہم پر حکومت کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حلیمہ سعدیہ ڈر گئیں اور ان کو لے کر فورا وہاں سے نکل گئیں، چناں چہ اللہ نے ان کو نجات عطا کی۔

رسول اللہ ﷺ جب چلنے کے قابل ہو گئے تو ان کی رضاعی بہن ان کی دیکھ بھال کرتیں اور خیال رکھتیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ان کی رضاعی بہن خوف زدہ ہو کر دوڑتی ہوئیں اپنی ماں کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ میرے بھائی کے پاس آئے انہوں نے ان کو پکڑا اور پیٹ چاک کر دیا۔ یہ سن کر حلیمہ سعدیہ فورا بھاگیں اور جا کر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں کوئی پاس نہیں اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ اس واقعے کے بعد حلیمہ فوراً انہیں ان کی ماں آمنہ کے پاس لے گئیں اور کہا کہ اپنا بیٹا واپس لے لو، مجھے ڈر ہے کہ اس کے ساتھ کچھ ہو نہ جائے۔ بی بی آمنہ کہنے لگی خدا کی قسم ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جب یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک روشنی میرے جسم سے نکلی جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور جس وقت اس بچے کی ولادت ہوئی تو کیفیت یہ تھی کہ یہ اپنے ہاتھوں کا سہارا لیے ہوئے تھا اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔

اس موقع پر ان کی ماں اور دادا عبد المطلب نے مل کر ان کا دودھ چھڑایا، پھر کچھ عرصے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ یتیم بن کر اپنے دادا کی آغوش پرورش میں آ گئے۔ جب وہ بچے تھے تو اپنے دادا کی مسند پر آ جاتے اور بیٹھ جاتے، کبھی اپنے دادا کو ان کے مسند سے ہٹانے کی کوشش کرتے۔ ان کی رکھوالی کرنے والی باندی یہ دیکھ کر کہتی کہ تم اپنے دادا کے مسند سے اتر جاؤ۔ اس وقت عبد المطلب باندی کو منع کرتے اور کہتے میرے بچے کو چھوڑو اسے بھلائی عطا کی گئی ہے۔ کچھ ہی عرصے بعد دادا کا بھی انتقال ہو گیا جب کہ وہ ابھی بچے ہی تھے۔ اب ان کے چچا ابو طالب نے ان کی پرورش شروع کی، جب وہ بالغ ہوئے تو ابو طالب شام جانے والے تجارتی قافلے میں انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ جب مقام تیما پر پہنچے تو وہاں کے یہودی ربی نے رسول اللہ کو دیکھ کر ابو طالب سے پوچھا کہ کیا یہ بچہ تمھارا نہیں ہے؟ جواب دیا کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ پھر پوچھا کہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتے ہو؟ ابو طالب نے ہاں میں جواب دیا۔ اس پر یہودی ربی نے کہا کہ اگر اس کو شام لے کر جاؤ گے تو وہاں کچھ لوگ اس کو قتل کر دیں گے، کیوں کہ وہ اس کو اپنا دشمن سمجھیں گے۔ چناں چہ ابو طالب شام کا سفر ترک کر کے مقام تیما سے ہی واپس مکے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ بلوغت کو پہنچے ایک اہم واقعہ پیش آیا، ایک عورت نے کعبے کو آگ لگا دی اس آگ نے کعبے کے غلاف سمیت بڑے حصے کو جلا دیا، قریش نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کرنے کا مشورہ کیا۔ لیکن کعبے کے احترام کی وجہ سے اسے ہاتھ لگانے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی عذاب نہ آجائے۔ ولید ابن مغیرہ نے کہا کہ اس کو گرانے سے تمھارا مقصد کیا ہے؟ کیا اسے تباہ کرنا چاہتے ہو یا دوبارہ بنانا چاہتے ہو؟ لوگوں جواب دیا کہ دوبارہ بنانا چاہتے ہیں تو کہا کہ اصلاح کرنے والوں کو اللہ تباہ نہیں کرتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کون کعبے پر چڑھ کر گرانا شروع کرے گا، ولید نے کہا میں۔ یہ کہہ کر ولید کعبے کی دیوار پر چڑھ گیا، اس کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی اس نے دعا کی کہ اے اللہ ہم اس کعبے کو دوبارہ اچھا کر کے بنانا چاہتے ہیں، پھر گرانا شروع کیا جب قریش نے دیکھا کہ ولید نے گرانا شروع کیا ہے اور اس پر عذاب نہیں آرہا تو ساتھ مل گئے۔ گرانے کے بعد دوبارہ دیواریں اٹھائیں جب حجر اسود کو اپنے مقام پر نصب کرنے کا وقت آیا تو قریش آپس میں لڑ پڑے کہ کون سے قبیلے کو یہ سعادت ملے گی؟ یہاں تک کہ خون ریزی کے قریب پہنچ گئے۔ پھر کسی کی تجویز پر اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ کل جو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوگا اسی کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ اگلے دن سب سے پہلے مسجد میں داخل ہونے والے رسول اللہ ﷺ تھے، جن پر دھاری دار چادر تھی۔ چناں چہ لوگوں نے ان کو ثالث بنایا، انہوں نے چادر بچھائی، حجر اسود اس پر رکھ کر ہر قبیلے کے سردار کو بلایا اور چادر کو چاروں کونوں سے پکڑ کر اٹھوایا، جب حجر اسود مناسب اونچائی پر پہنچا تو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر نصب کر دیا۔ یوں یہ تنازعہ حل ہوا۔

اس دوران وقت گزرتا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی نیک نامی میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے ان کا نام الامین رکھا، یہ وہ وقت تھا جب آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی بزرگی کی وجہ سے لوگ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے سے پہلے آپ کے پاس لاتے اور آپ سے اس میں برکت کے لیے دعا کراتے۔ جب آپ ﷺ کی جوانی عروج کو پہنچی، اس وقت آپ زیادہ مال دار نہیں تھے، قریش کی ایک مال دار خاتون خدیجہ بنت خویلد نے تہامہ کے بازار سوق حباشہ میں تجارت کے لیے آپ کو اجرت پر رکھا۔ آپ کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی ملازم رکھا۔ اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ کی تعریف کی اور فرمایا کہ ہم نے مالی معاملات میں ان جیسی بہتر صاحب معاملہ عورت کسی کو نہیں دیکھا، ان دنوں میں اور میرا ساتھی جب بھی کام سے واپس آتے تو ہمارے لیے کھانے کا تحفہ تیار ملتا۔

آپ نے فرمایا: جب ہم سوق حباشہ سے واپس آئے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو خدیجہ کے پاس چل کر بات کرتے ہیں، چناں چہ ہم ان کے پاس پہنچے ابھی بات چیت کر رہے تھے کہ ایک باندی اندر آئی جو نہایت حسین وجمیل تھی اور کہنے لگی کہ کیا یہ محمد ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے نام پر حلف لیا جاتا ہے کیا، وہ پیغام نکاح دینے آئے ہیں؟ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ جب ہم وہاں سے نکلے تو میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ خدیجہ کو پیغام نکاح دینے سے شرماتے ہیں؟ خدا کی قسم قریش کی کوئی عورت ایسی نہیں جو آپ کے لیے کفو نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک اور موقع پر ہم خدیجہ کے پاس تھے کہ ہمارے پاس دوبارہ وہی لونڈی آئی اور وہی بات دہرائی کہ کیا یہ پیغام نکاح دینے آئے ہیں؟ میں نے حیاءً شرم سے کہہ دیا ہاں۔

آپ نے فرمایا: خدیجہ اور اس کی بہن نے ہماری بات کا انکار نہیں کیا۔ خدیجہ کی بہن اپنے والد خویلد بن اسد کے پاس گئی جب کہ وہ شراب کے نشے میں تھے، وہ اپنے والد سے کہنے لگی کہ آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ خدیجہ کو پیغام نکاح دے رہے ہیں، اور اس پر خدیجہ بھی راضی ہیں۔ خویلد نے پیغمبر کو بلا کر اس معاملے کے بارے میں پوچھا اور بالآخر خدیجہ کا نکاح کرا دیا اس موقع پر خدیجہ نے عروسی لباس پہننے کے ساتھ خوشبو لگائی اور پیغمبر ﷺ نے بھی عروسی لباس پہنا، یوں خدیجہ کی رخصتی ہوگئی۔ اگلی صبح خویلد، خدیجہ کے والد کو ہوش آیا تو پوچھا کہ یہ خوش بو اور یہ لباس کیا ہیں؟ خدیجہ کی بہن نے جواب دیا کہ یہ لباس آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ نے آپ کو پہنایا ہے، کیوں کہ آپ نے خدیجہ کا نکاح ان کے ساتھ کرا دیا ہے اور رخصتی بھی ہوگئی ہے۔ پہلے تو بوڑھے نے انکار کیا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے پھر تسلیم کیا اور شرمندہ ہوا اور ساتھ ہی کچھ اشعار پڑھے:

لا تزھدی خدیج عن محمد
جلد یضیء کضیاء الفرقد

اے خدیجہ محمد سے دور مت ہو ان کا جسم ایسا چمکتا ہے جیسا فرقد ستارہ

رسول اللہ ﷺ خدیجہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ان سے پیغمبر ﷺ کی کئی صاحبزادیاں ہوئیں۔ اور ایک صاحبزادہ قاسم نام سے پیدا ہوا۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ ایک دوسرا بیٹا طاہر نام سے بھی پیدا ہوا تھا، جب کہ بعض دوسروں کا کہنا ہے قاسم کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں ہوا۔ لیکن خدیجہؓ سے چار صاحب زادیاں ہوئیں جن کے اسمائے گرامی زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح خانگی زندگی گزارتے رہے کچھ عرصے کے بعد ان کو گوشہ نشینی کی طرف رجحان پیدا ہوا اور یہ اشتیاق بڑھتا چلا گیا۔

## وحی کی ابتدا

عبدالرزاق معمر سے وہ زہری سے وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: وحی کی ابتدائی صورت رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچے خوابوں کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ وہ جو بھی خواب دیکھتے صبح کی روشنی کی طرح اس کی تعبیر سامنے آجاتی پھر گوشہ نشینی کی طرف ان کا اشتیاق بڑھا وہ غار حرا میں جاتے اور الگ تھلک ہوکر غور وفکر میں مشغول ہوتے اور کئی رات وہاں رہ کر عبادت کرتے اور ان دنوں کے لیے اپنے ساتھ توشہ لے جاتے۔ توشہ ختم ہونے پر حضرت خدیجہ کے پاس آتے اور مزید توشہ لے کر جاتے۔

جب ان کے پاس حق آپہنچا تو وہ غار حرا میں تھے ایک فرشتہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا پڑھیے! رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا، پس فرشتے نے مجھے پکڑا اور دبایا یہاں تک کہ برداشت سے باہر ہونے لگا پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے! میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا پھر مجھے پکڑ کر اتنا دبایا کہ میری برداشت سے باہر ہونے لگا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ o خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ o الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ o[1]

پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے، پڑھیے اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

آپ ﷺ پہلی وحی لے کر خدیجہ کے پاس آئے، اس وقت (احساس ذمے داری) سے آپ پر لرزہ طاری تھا۔ ساتھ ہی آواز دی کہ مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ ان کو کمبل اوڑھایا گیا یہاں تک کہ وہ کیفیت جاتی رہی، جب بہتر ہوگئے تو خدیجہ نے پوچھا کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے سارا واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور فرمایا کہ ہرگز نہیں اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، کیوں کہ آپ قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کرتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں اور ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ، پیغمبر ﷺ کو اپنے

---

۱۔ العلق: ۱۔۵

چچازاد ورقہ بن نوفل بن راشد بن عبدالعزی بن قصی کے پاس لے گئیں، جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگئے تھے، وہ عربی میں لکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے انجیل کا کچھ حصہ بھی لکھ رکھا تھااور بوڑھے ہوکر نابینا ہوگئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ اے میرے چچازاد بھائی ذرااپنے بھتیجے کی بات سنیے۔

ورقہ نے پوچھا بھتیجے آپ نے کیا دیکھا؟ رسول اللہ ﷺ نے وہ ساراواقعہ سنایا جو انہوں نے دیکھا تھا۔ سن کر ورقہ نے کہا کہ یہ وہ ناموس یااعزاز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا۔ کاش میں اس وقت تنومند نوجوان ہوتا، جب آپ کی قوم آپ کو علاقے سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ نے کہاہاں، جو بھی آپ کی لائی ہوئی دعوت پر آئے گا اس کو اذیت دی جائے گی، اگر میں نے آپ کا زمانہ پالیا تو آپ کی مدد کرتا رہوں گا، یہاں تک آپ کامیاب ہوں۔

کچھ ہی عرصے میں ورقہ کا انتقال ہوگیا اور ادھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنا بند ہوگئی۔ پیغمبر ﷺ سخت غمگین ہوگئے اور دیکھنے والا ان کی شدت غم کو محسوس کرسکتا تھا۔ اس غم کی وجہ سے ایک صبح کو وہ نکلے تاکہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرادیں۔ جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے جبریل امین ظاہر ہوئے اور عرض کیا اے محمد! اے اللہ کے سچے رسول! اس سے آپ کو اطمینان قلب نصیب ہوا پریشانی دور ہوگئی اور آپ واپس آگئے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر وحی رک گئی جب یہ مدت لمبی ہوگئی آپ ﷺ نے پہلے والا عمل دہرایا، یعنی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اچانک جبریل امین حاضر ہوئے اور پہلے جیسی بات کہی۔

معمر نے کہاکہ زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے اور وہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فترت وحی کے بارے میں بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ چلتے ہوئے میں نے آسمان سے ایک آواز سنی اور میں اپنا سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی ہستی جو میں نے غار حرا میں دیکھی تھی کرسی پر براجماں ہیں اور زمین وآسمان کے درمیان خلاء پر چھائی ہوئی ہے، دیکھ پر مجھ پر رعب طاری ہوگیا۔ میں گھر لوٹا اور آواز دی۔"مجھے چادر اوڑھاییے، چادر اوڑھاییے اور مجھ پر کپڑا اڈالیے! اس وقت سورۂ مدثر کی آیات

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَأَنْذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ o وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ[۲]

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور خبر دار کرو، اور اپنے رب کی تکبیر کہو، اور اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے کنارہ کرلو۔

تک نازل ہوئیں، یہ نماز کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یہاں الرجز یعنی گندگی سے مراد بت ہے۔

معمر نے کہا کہ زہری نے عروہ سے روایت کی وہ کہتے ہیں: جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مجھے جنت میں خدیجہ کا گھر دکھایا گیا ہے جو بانس کا بنا ہوا ہے جس میں کوئی شور وغل ہے نہ کوئی مشقت ہے اور وہ بانس بھی موتی کے ہیں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں جب پوچھا گیا جیسا کہ ہم تک روایت پہنچی ہے تو آپ نے فرمایا: میں نے ان کو خواب میں دیکھا وہ سفید لباس میں ملبوس تھے میرا خیال ہے کہ اگر وہ اہل نار میں سے ہوتے تو وہ مجھے سفید لباس میں نظر نہ آتے۔ عروہ کہتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے خفیہ اور علانیہ دونوں طریقوں سے اسلام کی دعوت پیش کی اور بتوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔

## سب سے پہلے اسلام لانے والے

معمر کہتے ہیں کہ قتادہ، حسنؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا: سب سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے، اس وقت آپ کی عمر پندرہ یا سولہ سال تھی۔

معمر نے بیان کیا کہ عثمان الجزری، مقسم سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: حضرت علی المرتضیٰؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔

معمر نے کہا کہ میں زہری سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں زید بن حارثہؓ سے قبل اسلام لانے والا کوئی دوسرا شخص معلوم نہیں ہے۔

آگے معمر بیان کرتے ہیں کہ اللہ کا منشا جن لوگوں کے لیے ہوا انہوں نے پیغمبر ﷺ کی دعوت قبول کی، ان میں کچھ نوجوان تھے اور کچھ مفلس لوگ بھی تھے یہاں تک کہ ایمان لانے والے بڑھ

---

۲۔ المدثر: ۱۔۵

گئے۔ اب تک کفار قریش آپ ﷺ کے پیغام کا انکار کرتے تھے۔ جب کفار کی کسی مجلس کے قریب سے آپ ﷺ گزرتے تو آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ لوگ باہم گفت گو کرتے کہ بنو عبد المطلب میں سے یہ لڑکا مبینہ طور پر آسمان سے وحی پانے کی بات کرتا ہے۔

معمر نے کہا، زہری کا بیان ہے کہ قوم کے شرفا میں سوائے دو آدمیوں کے کسی نے آپ ﷺ کی پیروی نہ کی یعنی ابوبکر و عمر رحمہا اللہ کے سوا۔ عمرؓ رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے خلاف انتہائی سخت تھے۔

## اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دعا فرمائی: یا اللہ خطاب کے بیٹے کے ذریعے اپنے دین کی مدد فرما!

پس حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے کہ جب کافی لوگ ان سے پہلے اسلام لا چکے تھے، ان بتایا گیا کہ ان کی بہن ام جمیل بنت خطاب اسلام لا چکی ہیں اور ان کے پاس شانے کی ایک ہڈی ہے جس پر قرآن کا کچھ حصہ لکھا ہوا ہے وہ اسے چھپا کر پڑھتی ہیں۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ جس میتہ یعنی مردار میں سے عمر کھاتے ہیں اس میں سے ان کی بہن نہیں کھاتی۔ یہ سن کر عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے اور ان سے پوچھا کہ وہ شانے کی ہڈی کہاں ہے؟ جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھارے پاس ہے اور تم اس میں دیکھ کر وہ باتیں پڑھتی ہو جو ابو کبشہ کے بیٹے نے کہی ہیں؟ مراد رسول اللہ ﷺ لے رہے تھے۔ بہن نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ عمرؓ نے اپنی بہن کو سخت مارا، پھر گھر میں اس شانے کی ہڈی کو تلاش کرنے لگے یہاں تک کہ ان کو مل گئی۔ جب ہڈی مل گئی تو عمرؓ کہنے لگے کہ مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ تم اس چیز میں سے کچھ کھانے سے انکار کرتی ہو جس میں سے میں نے کھایا ہو یہ کہتے ہوئے شانے کی ہڈی سے بہن کے سر پر مارا جس سے سر پر دو چوٹیں آئیں۔

پھر شانے کی ہڈی لے کر نکلے اور کسی کو اس پر لکھے ہوئے کو پڑھنے کے لیے کہا، کیوں کہ عمرؓ بہ ذات خود پڑھے لکھے نہیں تھے۔ جب ان کے سامنے پڑھا گیا تو قرآن سن کر ان کا دل ہل گیا اور اسلام ان کے دل میں گھر کر گیا۔ شام کے وقت وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، جب ان کے پاس پہنچے، تو رسول اللہ ﷺ اس وقت جہری قرأت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو آیت "وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ

سے الظالمون "(۳) تک پڑھتے ہوئے سنا۔ اور "وَیَقُولُ الَّذِینَ کَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفَی بِاللّٰہِ شَہِیدًا بَیْنِي وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِندَہُ عِلْمُ الْکِتَابِ "(۴) پڑھتے ہوئے سنا۔ راوی کا کہنا ہے کہ عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا۔ سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کی طرف چلنے لگے اور عمرؓ بھی تیز تیز ان کے پیچھے چلے۔ آپ ﷺ نے عمرؓ کو دیکھا تو عمرؓ نے کہا اے محمد میری طرف توجہ فرمایئے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تم سے۔ عمرؓ کہنے لگے، اے محمد! اے اللہ کے رسول! میری طرف نظر کیجیے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انتظار فرمایا تو عمرؓ نے ایمان قبول کیا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔

جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو چل کر ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: چچا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہوں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اب آپ جاکر اپنی قوم کو اس کی خبر دیجیے۔ ولید نے کہا کہ بھانجے! اپنے دین پر جمے رہو تمھارا یہ حال ہو رہا ہے کہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ ایک آدمی صبح کسی حال میں کرتا ہے اور شام دوسرے حال میں کرتا ہے۔

عمرؓ کہنے لگے کہ خدا کی قسم بات مجھ پر کھل گئی ہے تم اپنی قوم کو میرے اسلام لانے کے بارے میں بتادو، اس پر ولید نے کہا کہ میں تمھارے دین بدلنے کے بارے میں لوگوں کے سامنے پہلے انکشاف کرنے والا نہیں بننا چاہتا۔ عمرؓ لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں میں جاتے رہے جب عمرؓ کو اندازہ ہوا کہ ولید ان کی تبدیلی کے بارے میں کوئی بات لوگوں کو نہیں بتا رہے تو جمیل بن معمر جمحی کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ یہ بات لوگوں تک پہنچاؤ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ جمیل بن معمر یہ سن کر جلد بازی میں اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلا یہاں تک کہ قریش کی مجلس میں پہنچا اور کہنے لگا کہ عمر بن خطاب نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے، اس پر قریش نے کوئی رد عمل نہیں دیا کیوں کہ عمرؓ اپنی قوم کے سردار تھے اور وہ ان کو برا نہیں کہہ سکتے تھے۔ جب عمرؓ نے خود دیکھا کہ باخبر ہونے کے باوجود قوم کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تو عمرؓ خود قریش مکہ کی مجلس میں گئے۔ جتنا ہو سکتا تھا قریش

---

۳۔ العنکبوت: ۴۷۔۴۹

۴۔ الرعد: ۴۳

کے سامنے کہہ دیا، پھر حجر یعنی مقام حطیم میں داخل ہوئے، خانہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائی اور کہنے لگے اے قریش! کیا تم جانتے ہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر قریش غصے میں آ گئے کچھ لوگوں نے ان پر حملہ کیا ان کو مارنے کی کوشش کی، جواب میں عمرؓ نے بھی ان کو مارا یہاں تک لوگوں نے عمرؓ کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس پہلے حملے کے بعد لوگوں نے عمرؓ پر کوئی اور حملہ نہ کیا اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ صبح شام اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہے اور گواہی دیتے رہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بہ ہر حال یہ بات قریش پر سخت گراں گزری اور ہر مسلمان ہونے والے شخص سے دشمنی کرنے لگے اور بے شمار مسلمانوں کو اذیتیں دیں۔

معمر نے کہا کہ زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے آباؤ اجداد کی گم راہی کا ذکر فرمایا، اس پر انہوں نے پیغمبر ﷺ سے عداوت و دشمنی اختیار کی۔ جب معراج کی رات آپ کو مسجد اقصی لے جایا گیا تو صبح لوگ یہ خبر ایک دوسرے کو بتاتے رہے۔ اس واقعے کے نتیجے میں بعض وہ لوگ جو پیغمبر ﷺ پر ایمان لاکر تصدیق کر چکے تھے وہ بھی مرتد ہو گئے اور فتنے میں مبتلا ہو کر تکذیب کرنے لگے۔ اس وقت مشرکین میں سے ایک آدمی ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تمھارا ساتھی (یعنی پیغمبر ﷺ) تو یہ گمان کرتا ہے کہ ان کو رات ہی رات میں بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر واپس بھی لایا گیا! ابوبکرؓ کہنے لگے کہ کیا واقعی ایسا ہی کہا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، اس پر ابوبکر صدیق نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو بالکل سچ کہا ہے۔ لوگوں نے ابوبکر سے پوچھا کہ کیا تم ایسے شخص کو سچا کہتے ہو جو یہ دعوی کرتا ہے کہ راتوں رات ملک شام پہنچا اور صبح سے پہلے واپس بھی لوٹ آیا؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر چیز میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی صبح شام ان پر نازل ہونے والی آسمانی خبروں کی! اس واقعہ کے بعد ابوبکر کا لقب صدیق پڑ گیا۔

## معراج

معمر، زہری سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: نبی کریم ﷺ پر معراج کی رات پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، پھر کم کر کے پانچ کر دی گئیں۔ اللہ کی طرف سے ندا آئی کہ اے محمد! ''ہمارے ہاں کوئی حکم نامہ تبدیل نہیں ہوتا''۔ تمھارے لیے پانچ میں پچاس نمازوں کا ثواب ہے۔

معمر، زہری سے وہ ابو سلمہ سے وہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب قوم نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، بیت المقدس میرے سامنے لایا گیا یہاں تک کہ میں لوگوں کے لیے اس کے بارے میں بتانے لگا۔

معمر، زہری سے وہ سعید بن مسیب سے اور وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

معراج کے واقعہ پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے اوصاف بتلائے کہ وہ لمبے قد اور گھونگریالے بالوں والے تھے، گویا شنوءہ قبیلے کے لوگوں سے ملتے جلتے تھے۔ پھر فرمایا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، پھر ان کے اوصاف بتانے لگے۔ فرمایا کہ وہ مضبوط درمیانے قد اور گلابی رنگت کے حامل تھے گویا وہ ابھی ابھی حمام سے نہا کر تر و تازہ ہو کر نکلے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی، مجھے اختیار دیا گیا کہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کیجیے میں نے دودھ والا برتن لے لیا اور پی لیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تمہیں فطرت مل گئی یا آپ نے فطرت کو پالیا۔ اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپ کی امت گم راہ ہو جاتی۔

## غزوۂ حدیبیہ

عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے وہ عروہ بن زبیر سے وہ مسور بن مخرمہ اور مروا بن حکم سے روایت کرتے ہیں، جب کہ آخری دونوں صاحبان نے ایک دوسرے کی تصدیق کی ہے وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ واقعہ حدیبیہ کے زمانے میں اپنے دس ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرامؓ کو لے کر نکلے، جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا، اشعار کیا اور خود عمرے کا احرام باندھا۔ اس وقت آپ ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جاسوس بنا کر اپنے آگے بھیجا تا کہ وہ قریش کی خبر لا کر بتائے۔ رسول اللہ ﷺ چلتے رہے، جب عسفان کے قریب غدیر اشطاط کے مقام پر پہنچے تو خزاعی جاسوس واپس آیا، اور بتایا کہ میں نے کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کو دیکھا ہے جو آپ کے خلاف لوگوں کو اکٹھا کر رہے تھے وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! مشورہ دو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کر کے رکھیں جنہوں نے ہمارے دشمنوں کی اعانت کی تاکہ ہم ان کو پکڑ لیں؟ اگر وہ مقابلے میں بیٹھ جاتے ہیں تو شکست خوردہ ہوں گے مقابلہ کی سکت نہیں رکھیں گے۔ اگر وہ بچنے میں کامیاب ہوں گے تو ان کی گردن اللہ کے قبضے میں ہوگی۔ یا یہ چاہتے ہو کہ ہم بیت اللہ کی طرف آگے بڑھیں جو ہمارا راستہ روکے گا ہم اس سے قتال کریں گے؟ عرض کیا اللہ کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں قتال کرنے نہیں لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو ہم اس سے لڑیں گے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا پھر آگے بڑھو۔

معمر نے زہری کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

زہری، مسور بن مخرمہ اور مروان کی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ پس وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ راستے میں ہی کہیں تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خالد بن ولید قریش کے گھڑسواروں کو لے کر مقام غمیم میں ہے لہذا تم دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو۔ خدا کی قسم خالد کو مسلمان لشکر کی دھول گرد و غبار سے پتہ چلا کہ مسلمان پہنچ چکے ہیں۔ وہ فوراً قریش کو اطلاع دینے کے لیے آدمی دوڑایا۔ نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ پہاڑی درے پر پہنچ گئے جہاں سے اتر کر قریش تک پہنچا جا سکتا تھا وہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اونٹنی کو چلانے لیے حل حل کی آوازیں نکالیں اور کہنے لگے کہ قصوا (پیغمبر ﷺ کی اونٹنی کا نام) سرکش ہوگئی ہے قصوا سرکش ہوگئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قصوا سرکش نہیں ہوئی اور نہ یہ اس کی عادت ہے بل کہ اس کو بھی اسی ذات نے روک رکھا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی کو روک رکھا تھا۔ اس کے بعد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ لوگ کوئی بھی ایسا لائحہ عمل پیش کریں جس میں اللہ کی محترم کردہ چیزوں کی تعظیم ہوتی ہو میں اسے قبول کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو آگے بڑھایا اور وہ آپ کو لے کر آگے بڑھی۔

فرمایا کہ پیغمبر ﷺ آگے بڑھے اور مقام حدیبیہ کے آخری کنارے اس جگہ اترے جہاں تھوڑے سے پانی کا گڑھا بنا ہوا تھا، لوگوں نے وہاں سے تھوڑا تھوڑا پانی پیا ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ پانی خشک ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شکایت کی گئی آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اسے اس گڑھے میں رکھا جائے۔

زہری روایت کرتے ہیں کہ خدا کی قسم تیر ابھی رکھا ہی تھا کہ پانی ابل پڑا لوگوں نے سیراب ہو کر پانی پیا جب کہ پانی پھر بھی بچ گیا۔ اسی دوران بدیل بن ورقاء الخزاعی قوم خزاعہ کی ایک جماعت لے آیا، اہل تہامہ کا یہ قبیلہ خزاعہ آپ ﷺ کا رازدار اور مشیر تھا۔ بدیل نے کہا کہ میں نے کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کو حدیبیہ کے پانیوں کے درمیان دیکھا ہے ان کے ساتھ بچے اور عورتیں بھی تھیں وہ آپ سے جنگ کرنا چاہتے تھے اور بیت اللہ سے آپ کو روکنا چاہتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم قتال کی نیت سے نہیں ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں۔ حقیقت میں جنگوں نے قریش کی کمر توڑ دی ہے اور ان کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے، اگر وہ چاہیں تو میں ان کو مہلت دے سکتا ہوں لیکن ان کو مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ اگر میں غالب آگیا اور وہ چاہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح اسلام قبول کریں وہ ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں، اور اپنی طاقت کو جمع کر کے وہ انکار کریں، تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس عظیم مقصد کی خاطر ان کے خلاف لڑنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کروں گا، جب تک کہ میری گردن کٹ جائے یا اللہ اپنے مقصد کی تکمیل نہ کر دے۔ بدیل نے کہا کہ جو آپ نے کہا ہے وہ میں ضرور ان تک پہنچا دوں گا، وہ قریش کے پاس گیا اور بتایا کہ میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں وہ ایک پیغام دینا چاہتا ہے اگر تم چاہو تو میں ان کی بات تمھارے سامنے پیش کر دوں۔ اس پر بعض بے وقوفوں نے کہا کہ ہمیں ان کی کوئی بات بتانے کی ضرورت نہیں لیکن عقل مندوں نے کہا کہ بتاؤ تم نے ان سے کون سی بات سنی ہے؟ بدیل نے وہ بات بتائی کہ میں نے ان سے ایسا ایسا سنا ہے اور باتیں دہرا دیں۔

عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ لوگو! کیا تم میرے بچوں کی طرح نہیں ہو؟ وہ کہنے لگے جی ہاں۔ عروہ نے کہا کیا میں تمھارے والد کی جگہ پر نہیں ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا بالکل۔ اس نے کہا کہ کیا تم مجھ پر کوئی شک کرتے ہو؟ لوگوں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے عکاظ کے لوگوں کو تمھاری مدد کے لیے پکارا تھا؟ جب میری پکار پر بے توجہی برتنے لگے تو میں اپنے گھر والوں، بچوں اور ماننے والوں کو لے کر تمھارے پاس آیا۔ وہ کہنے لگے بالکل ایسا ہی کیا۔ پھر کہنے لگا کہ یہ تمھارے پاس ایک درست پیغام لے کر آیا ہے اس کو قبول کر لو اور مجھے اجازت دو کہ میں خود ان (پیغمبر) کے پاس جاؤں۔ لوگوں نے کہا ٹھیک ہے آپ ان کے پاس جا سکتے ہیں، چناں چہ عروہ الثقفی پیغمبر ﷺ کے پاس آیا۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ پیغمبرؐ سے باتیں کرنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے وہی باتیں دہرا دیں جو بدیل

سے کی تھیں۔ اس وقت عروہ نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے خیال کیا ہے کہ اگر آپ کی قوم تباہ ہو جاتی ہے تو کیا ہوگا؟ اور کیا کبھی سنا ہے کہ عرب کی تاریخ میں کسی نے اپنی ہی قوم کی جڑ کاٹی ہو؟ اگر نہیں تو اب بھی مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اگر تمھاری آخری بات ہی ٹھہرتی ہے تو مجھے یہاں کوئی مشہور آدمی نظر نہیں آتا، میں رنگ برنگے لوگ دیکھ رہا ہوں جو کسی بھی وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

ابو بکر صدیقؓ نہیں اسے برا بھلا کہا اور کہا کہ کیا ہم پیغمبر ﷺ کو چھوڑ کر بھاگیں گے؟ عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ پیغمبرؐ نے جواب دیا، ابو بکر۔ عروہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کیا آپ کے ہاں میری کوئی عزت نہیں ہے؟ مجھ سے تو بدلہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ عروہ پھر نبی کریم ﷺ سے باتیں کرنے لگا، وہ جب بھی بات کرتا آپ کی داڑھی پکڑنے کی کوشش کرتا۔ مغیرہ بن شعبہؓ پیغمبر ﷺ کے سرہانے کھڑے تھے ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود پہنا ہوا تھا۔ جب بھی عروہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو مغیرہ بن شعبہؓ اپنی تلوار کے دستے سے اس کو روکتے اور کہتے ہاتھ پیچھے کرو۔

عروہ نے سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔

عروہ نے کہا، اے بد معاش! کیا تم خیانت میں سب سے آگے نہیں تھے؟

مغیرہ بن شعبہؓ زمانہ جاہلیت میں ایک گروپ کے ممبر تھے جو ڈاکہ ڈالتا تھا اسی دور میں مغیرہ نے اپنے گروپ کے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے مال پر قبضہ کیا۔ پھر مدینہ منورہ آکر اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے اسلام کو میں نے قبول کیا لیکن جو مال انہوں نے لیا تھا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

پھر عروہ نظر دوڑا کر صحابہ کرامؓ کی طرف دیکھنے لگا، وہ بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم، پیغمبر (ﷺ) کی تھوک کو بھی ان کے ساتھی زمین پر گرنے نہیں دیتے بل کہ ہاتھ پر لیتے ہیں اور اپنے چہرے و جسم پر ملتے ہیں۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑ پڑتے ہیں۔ جب انہوں نے وضو کیا تو وضو کے پانی کے حصول کے لیے قریب تھا کہ لڑائی ہو جاتی اور جب وہ بات کرتے ہیں تو پیغمبر ﷺ کے سامنے آواز پست کر دیتے ہیں اور پیغمبر ﷺ کی عظمت کے خیال سے نظریں بھر کر ان کی طرف نہیں دیکھتے۔

عروہ اپنی قوم کے پاس گیا اور ان کو بتایا کہ اے میری قوم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جو محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور خدا کی قسم جب بھی وہ تھوکتے ہیں تو ان کی تھوک کسی آدمی کے ہاتھ پر ہی گرتی ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور جسم پر ملتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتا ہے تو لوگ تعمیل کے لیے بھاگتے ہیں، جب اس نے وضو کیا تو اس پانی کے حصول کے لیے قریب تھا کہ لڑائی ہو جاتی۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو ان (پیغمبر) کے سامنے تعظیماً آواز پست کر دیتے ہیں اور تعظیم ہی کی وجہ سے ان کی طرف جی بھر کر نہیں دیکھتے۔ چناں چہ اس (پیغمبر) نے درست پروگرام یا لائحہ عمل تمھارے سامنے پیش کیا ہے اسے قبول کرو۔

یہ سن کر قبیلہ کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دی جائے، لوگوں نے کہا ٹھیک ہے آپ جا سکتے ہیں۔ جب وہ پیغمبر کے سامنے آنے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اس کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتی ہے۔ تم اپنے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ لوگوں نے اپنی قربانی کے جانور کھڑے کر دیے اور تلبیہ پڑھ کر اس کو استقبال کیا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو تعجب سے سبحان اللہ کہا اور کہنے لگا کہ ایسے لوگوں کو بیت اللہ سے نہیں روکنا چاہیے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور بتایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے قربانی کے جانوروں کو قلادہ اور اشعار کے ساتھ دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے نہیں روکنا چاہیے۔ اس دوران ایک اور شخص مکرز بن حفص کھڑا ہوا اور اپنی قوم سے پیغمبر ﷺ سے ملنے کی اجازت چاہی، اس کو بھی اجازت مل گئی، چناں چہ وہ مسلمانوں کے پاس آیا اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے جو فاجر شخص ہے اس کے بعد پیغمبر ﷺ باتیں کرنے لگے اسی دوران اسماعیل بن عمرو بھی آگیا۔

معمر نے کہا کہ مجھے ایوب نے عکرمہ کے حوالہ سے بتایا کہ: جب سہیل آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے معاملہ میں آسانی پیدا کر دی۔

معمر نے کہا کہ زہری نے اپنے بیان میں بتایا: جب سہیل بن عمرو آیا اور کہا کہ آؤ ہمارے اور تمھارے درمیان ایک معاہدہ ہو جائے تو پیغمبر ﷺ نے ایک کاتب کو بلایا اور حکم دیا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا کہ الرحمن کون ہے میں نہیں جانتا، بل کہ لکھو باسمک اللھم جیسا کہ پہلے تم لکھا کرتے تھے۔

مسلمانوں نے کہاکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھا جائے گا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا لکھو باسمک اللّٰھم۔پھر فرمایاکہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ نے دوسرے فریق سے کیا ہے۔

سہیل نے کہا، خدا کی قسم اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت اللہ سے نہ روکتے، اور نہ ہی لڑائی کرتے۔یہاں لکھو "محمد بن عبداللہ"۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو، چلو لکھو "محمد بن عبداللہ"۔

زہری کہتے ہیں کہ یہ وہی بات ہے جو اس سے پہلے آپ ﷺ نے فرمائی تھی کہ یہ لوگ کوئی بھی ایسا پروگرام یالائحہ عمل دیں جو میں اللہ کی حرمت وعظمت کا لحاظ ہو میں ان کا ساتھ دوں گا۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایاکہ معاہدہ اس بات پر ہے کہ ہمیں بیت اللہ کے طواف کی اجازت دی جائے۔

سہیل نے کہاکہ اہل عرب کسی سے یہ بات نہیں سننا چاہتے کہ ہم نے معاہدے میں دباؤ کے تحت فیصلہ کیا ہے البتہ اگلے سال آپ لوگ عمرہ ادا کرسکتے ہیں چناں چہ یہی لکھا گیا۔

سہیل نے کہا معاہدہ اس بات پر ہے کہ اگر ہمارا کوئی آدمی مسلمان ہوکر تمھارے پاس آجائے تم اسے واپس کروگے۔

مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہوکر آئے اور اسے مشرکین کے ہاتھ واپس کیا جائے۔یہ باتیں ہو رہی تھیں اسی دوران خود سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندل مسلمان ہوکر وہاں پہنچا جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا اور مکے کے زیریں علاقے سے چھپتے چھپاتے کسی طریقے سے وہاں پہنچا تھا اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے آگے ڈال دیا۔سہیل فورا بولا محمد (ﷺ)! یہ میرا مطالبہ ہے کہ اسے میرے حوالے کیا جائے۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایاکہ ہم معاہدہ کرنے کے بعد اسے توڑتے نہیں لیکن ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا ہے۔سہیل بولا اگر ایسا ہے تو پھر میں تمھارے ساتھ کسی قسم کے معاہدے کے لیے تیار نہیں ہوں۔پیغمبر ﷺ نے فرمایاکہ ابوجندل کو میرے حوالہ کردو۔سہیل نے کہاکہ یہ کام میں نہیں کروں گا۔پیغمبر ﷺ نے فرمایاکہ ہم اسے رہاکر کے تمھارے حوالے کردیتے ہیں۔

ابو جندل نے کہا اے مسلمانو! کیا تم مجھے مشرکین کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟ جب کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟ حقیقت میں ابو جندل پر مسلمان ہونے کی وجہ سے سخت تشدد کیا جا رہا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب نے کہا: خدا کی قسم اسلام لانے کے بعد اس دن سے زیادہ میں شک و شبہ میں کبھی نہیں پڑا۔ وہ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کیا آپ اللہ کے حق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر میں پوچھا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بالکل ایسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا تو پھر ہم کیوں اپنے دین کو ذلت میں لپیٹ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، میں نے اس کی نافرمانی نہیں کی وہی ہے جو مجھ کو کام یابی عطا فرماتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے ہمیں نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ تک پہنچیں گے اور طواف ادا کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، لیکن کیا میں نے اسی سال بیت اللہ کے طواف کا وعدہ کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم یقیناً آؤ گے اور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں ابو بکر صدیق کے پاس آیا اور پوچھا اے ابو بکر! کیا یہ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ ابو بکر نے جواب دیا ہاں۔ میں نے پھر سوال کیا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ وہ کہنے لگے بالکل۔ پھر پوچھا اگر ایسا ہے تو ہم اپنے دین کو ذلت و رسوائی میں کیوں لپیٹ رہے ہیں؟ ابو بکر کہنے لگے کہ بھلے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہی اس کی مدد کرتا ہے۔ مرتے دم تک ان کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو خدا کی قسم تو واضح حق پر ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا انہوں نے ہمیں بیت اللہ پہنچ کر طواف کرنے کی خبر نہیں دی تھی؟ وہ کہنے لگے کیا اسی سال طواف کی خبر دی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے پھر تم آئندہ سال آؤ گے اور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔

زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس واقعے کے بعد میں نے اپنے شک کے کفارے کے طور پر کئی نیک کام کیے۔ راوی کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ معاہدے کی کتابت سے فارغ ہوئے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ، اپنے جانوروں کی قربانی کرو اور حلق کر کے احرام کھولو۔ راوی کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم کوئی آدمی کھڑا نہیں ہوا یہاں تک کہ تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ حکم دہرا دیا۔ جب کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا تو آپ علیہ السلام اٹھے اور ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے لوگوں کے رویے کے بارے میں ذکر فرمایا۔ حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا اے اللہ کے نبی کیا آپ کو یہی

منظور ہے ؟اگر ایسا ہے تو کسی سے بات کیے بغیر آپ اپنے جانور کی قربانی کیجیے اور حلق کروایے۔ چناں چہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اٹھے اور کسی سے بات چیت کے بغیر اپنی قربانی کی اور حلق کر کے فارغ ہو گئے۔ جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو سب نے نحر کرنا شروع کیا اور ایک دوسرے سے حلق کروانے لگے اور ساتھ ہی تاخیر کرنے پر ندامت محسوس ہوئی اس پر پچھتاوے سے قریب تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس مومن ہونے والی عورتیں آئیں تو اللہ نے حکم نازل فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (۵)

اے ایمان والو جب تمھارے پاس ایمان لانے والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی آزمائش کرو، اللہ کو ان کے ایمان کی خوب خبر ہے، لہذا اگر تمہیں ان کے مومن ہونے کا علم ہو جائیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ تو وہ ان (کفار) کے لیے حلال ہیں، اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں، اور انہیں تم وہ ادا کر دو جو انہوں نے خرچ کیا ہے، اور تم پر ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر تم انہیں ان کا اجر (مہر) ادا کر دو، اور کافر عورتوں کی عصمتیں اپنے قبضے میں نہ رکھو۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی جو مشرکہ تھیں۔ جن میں سے ایک سے معاویہ بن ابی سفیان اور دوسرے سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینہ پہنچنے پر ابو بصیر بھی مسلمان ہو کر مدینے پہنچا جن کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ قریش نے ان کے پیچھے دو آدمی بھیجے اور کہنے لگے اس معاہدے کی رو جو آپ نے کیا ہے ابو بصیر کو واپس بھیج دیجیے۔ چناں چہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابو بصیر کو ان دو افراد کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ یہ دونوں ابو بصیر کو لے کر نکلے جب مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو کچھ کھجوریں کھانے لیے جو اپنے ساتھ لائے تھے ایک جگہ اترے۔ ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمھاری یہ تلوار بہت زبردست معلوم ہوتی ہے۔

---

۵۔ الممتحنۃ: ۱۰

اس شخص نے تلوار نیام سے نکال لی اور کہنے لگا کہ یہ واقعی بہت شان دار تلوار ہے، میں نے دو جنگوں میں اسے آزمایا بھی ہے۔ ابوبصیر نے اس شخص سے کہا ذرا دکھانا پسند کریں گے؟ اس شخص نے تلوار ابوبصیر کے ہاتھ میں دیدی۔ تلوار ہاتھ میں آنا تھا کہ ابوبصیر نے اس شخص پر حملہ کیا اور اس کو قتل کیا اس کے ساتھ کا دوسرا شخص بھاگ کھڑا ہوا، سیدھا مدینہ منورہ پہنچ گیا اور دوڑتے ہوئے مسجد میں گھس گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص نے کوئی خوف ناک واقعہ دیکھا ہے۔ جب وہ پیغمبر ﷺ نے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ میرا ساتھی مارا گیا اور میں بال بال بچ گیا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد ابوبصیر بھی واپس مدینہ منورہ آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی ذمے داری پوری کی کہ مجھے قریش کو لوٹا دیا پھر اللہ نے مجھ کو ان سے نجات دے دی۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا تمھاری نانی ہلاک ہو! تم نے تو جنگ کی آگ بھڑکا دی تھی اگر کوئی تمھاری مدد کرتا۔

جب اس نے یہ بات سن لی تو جان گیا کہ پیغمبر ﷺ مجھے دوبارہ ان ہی کی طرف لوٹائیں گے۔ چناں چہ وہ وہاں سے نکلا اور ساحل سمندر کا رخ کر لیا، ادھر سے ابوجندل بھی کسی طرح چھٹکارا پا کر نکلنے میں کام یاب ہو گیا اور ابوبصیر کے ساتھ مل گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ یہاں ایک چھوٹی سی جماعت وجود میں آگئی۔ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم جب بھی قریش کا کوئی تجارتی قافلہ جو اس راستے سے شام کی طرف نکلتا یہ لوگ اس پر حملہ کرتے لوگوں کو قتل کر دیتے اور مال واسباب کو لوٹ لیتے۔ قریش نے تنگ آکر پیغمبر ﷺ کے پاس پیغام بھیجا، ان کو اللہ اور باہمی رشتہ داری کا واسطہ دے کر یہ درخواست کی، کہ پیغمبر ﷺ ان لوگوں کو منع کریں اور آئندہ جو بھی مدینہ منورہ آئے گا وہ محفوظ رہے گا۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو پیغام بھیج کر منع کیا، اس موقع اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ○ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ[٦]

اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔ اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا۔ (تو بھی تمھارے ہاتھ سے فتح ہو جاتی مگر تاخیر) اس لیے (ہوئی) کہ خدا اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر لے۔ اور اگر دونوں فریق الگ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے انہیں ہم دکھ دینے والا عذاب دیتے، جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی۔

ان کفار کی حمیت اور ضد تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کے اللہ کے نبی ہونے کا انکار کیا، بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے نہیں دیا، مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

عبدالرزاق، عکرمہ بن عمار سے، وہ ابوزمیل سماک الحنفی سے اور وہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ: حدیبیہ کے روز معاہدہ لکھنے والے علی ابن ابی طالب تھے۔

---

۶۔ الفتح: ۲۴۔۲۶

عبدالرزاق، معمر سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کاتب حدیبیہ کے بارے میں پوچھا تو وہ مسکرائے اور بتایا کہ کاتب حدیبیہ علی ابن ابی طالبؓ تھے۔ معمر کہتے ہیں اگر میں آج کل کے لوگوں سے کاتب حدیبیہ کے بارے میں پوچھوں یہ کہیں گے عثمان یعنی بنی امیہ۔

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں: کہتے ہیں کہ ہرقل نجومی تھا جو ستاروں کا حساب لگا کر پیشین گوئی کرتا تھا ایک صبح درباریوں نے اس کے چہرے پر غم کے آثار دیکھے اور پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا میں گزشتہ رات ستاروں کو دیکھ رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی مختون بادشاہ پیدا ہو گیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے، یہودی لوگ ختنہ کراتے ہیں آپ اپنے شہروں میں کارندے بھیجیں اور تمام یہودیوں کو قتل کرائیں۔

زہری کہتے ہیں کہ ہرقل نے اپنے ہی جیسے ایک اور نجومی کو خط لکھا اور اس واقعے کا ذکر کیا، جواب میں اس نجومی نے بھی ایسے ہی واقعے کے پیش آنے کی خبر دی۔ راوی کا بیان ہے کہ بصری کے بادشاہ نے اہل عرب میں سے ایک شخص کو ہرقل کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے نبی آخر الزمان کے بارے میں بتائے۔ ہرقل نے کہا اس شخص کو چیک اپ کرو کہ یہ مختون تو نہیں، چناں چہ اس کو چیک کیا گیا اور مختون پایا گیا اور لوگ کہنے لگے کہ واقعی وہی مختون بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے، وہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے اور وہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے بالمشافہہ مجھے بتایا کہ جس وقت ہمارے اور پیغمبر اسلام کے درمیان لڑائی اور دشمنی چل رہی تھی ان دنوں میں شام میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہرقل کے پاس آیا۔ دحیہ کلبی وہ خط لے کر آئے تھے اور بصری کے گورنر کو دیا تھا، گورنر نے وہ خط ہرقل کے سامنے پیش کیا۔ یہ خط پا کر ہرقل نے پوچھا کہ کیا اس شخص کی قوم کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے جس نے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے قریش کی جماعت کے ساتھ بلایا گیا، ہم ہرقل کے پاس پہنچ گئے اور اس کے قریب بیٹھ گئے۔ ہرقل نے پوچھا کہ تم میں سے کون اس شخص کے زیادہ قریب ہے جس نے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے؟

ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے جواب دیا کہ میں زیادہ قریب ہوں۔ پس انہوں نے مجھے اپنے سامنے ہی بٹھا دیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا۔ پھر اپنے مترجم کو بلایا اور کہنے لگا کہ پیچھے بیٹھنے والوں سے کہو کہ میں اس سامنے بیٹھنے والے سے اس شخص کے بارے میں سوالات کرتا ہوں جو نبی ہونے کا

دعوے دار ہے۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کا جھوٹ بتا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھ پر جھوٹ کے الزام کا خوف نہ ہوتا تو میں جھوٹ بھی بول دیتا۔

پھر اپنے ترجمان سے کہا پوچھو ان سے کہ تمھارے ہاں اس شخص کا مرتبہ واحترام کیسا ہے؟ کہتے ہیں میں نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں وہ قابل احترام ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے جواب میں کہا نہیں۔

پھر پوچھا کہ کیا اس سے پہلے اس پر کبھی جھوٹ بولنے کا الزام لگا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔
پھر پوچھا کہ اس کی پیروی کرنے والے لوگ قوم کے اشراف ہیں یا کم زور طبقہ؟ میں نے جواب دیا کہ کم زور طبقہ۔

پھر پوچھا کہ کیا اس کے متبعین میں کمی ہو رہی ہے یا اضافہ؟ میں نے جواب دیا کہ اضافہ ہو رہا ہے۔

پھر پوچھا کہ کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد واپس پلٹا ہے اس سے کسی ناراضی کی وجہ سے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔

پھر پوچھا کیا تمھاری اس سے کبھی جنگ ہوئی ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں۔

اس نے پوچھا کہ جنگ کا نتیجہ کیا نکلا؟ میں نے کہا کہ جنگ ہمارے درمیان ڈول کی طرح ہے کبھی ہم ہار جاتے ہیں اور کبھی وہ۔

پھر پوچھا کہ کیا کبھی اس نے کسی سے دھوکہ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، آج کل ہمارا ان سے معاہدہ چل رہا ہے معلوم نہیں وہ کیا کرتا ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھے اس بات کے علاوہ کوئی بات اپنی طرف سے شامل کرنے کا موقع نہیں ملا۔

پھر اس نے پوچھا کہ کیا یہ دعویٰ کسی اور نے بھی کبھی کیا تھا؟ میں نے جواب دیا نہیں۔

اس نے اپنے ترجمان سے کہا، اس سے کہو کہ میں نے تم سے اس شخص کی حیثیت واحترام کے بارے میں سوال کیا تو تم نے کہا وہ حسب وحیثیت کا مالک ہے، اور پیغمبر حسب وحیثیت والے لوگوں میں سے ہی مبعوث کیے جاتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس کے آباؤ واجداد میں سے کوئی بادشاہ رہا ہے؟ تم نے خیال ظاہر کیا کہ نہیں۔ میرا خیال ہے اگر اس کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ آدمی اپنے اجداد کی حکومت کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اس کے

متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ وہ قوم کے ذی اثر طبقات میں سے ہیں یا کم زور طبقات سے ؟ تم نے جواب دیا کہ کم زور طبقات میں سے ۔ پیغمبروں کے متبعین کم زور طبقات میں سے ہی ہوتے ہیں ۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی ان پر جھوٹ بولنے کا کوئی شائبہ ہوا ہے ؟ تم نے کہا نہیں ۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ جو شخص لوگوں کے سامنے کبھی جھوٹ نہیں بولا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے ۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے کسی بات پر ناراض ہو کر واپس پلٹا ہے ؟ تم نے جواب دیا کہ نہیں ۔ (حقیقت یہ ہے) ایمان جب دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے تو اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ نکلتا نہیں ۔ میں نے پوچھا اس کے پیرو کار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں ؟ تم نے کہا بڑھ رہے ہیں ۔ اسی طرح ایمان بڑھتا رہتا ہے جب تک کہ مکمل نہ ہو ۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم ان سے جنگ لڑ چکے ہو ؟ تم نے جواب دیا کہ جنگیں ہو چکی ہیں اور جنگوں کا ڈول برابر رہا ہے کبھی تم نے کامیابی حاصل کی اور کبھی اس نے ۔ اسی طرح رسولوں کو آزمایا جاتا ہے پھر انجام کار ان کا ہوتا ہے ۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ دھوکہ بھی دیتا ہے ؟ تم نے خیال کیا کہ نہیں ۔ رسول اسی طرح ہوتے ہیں وہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے ۔ میں نے تم سے پوچھا کہ یہ دعویٰ اس سے پہلے کسی اور نے بھی کبھی کیا ہے ؟ تم نے کہا نہیں ۔ میرا خیال ہے کہ اگر یہ دعویٰ پہلے بھی کسی نے کیا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ آدمی اسی بات کو دہرا رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے

پھر اس نے پوچھا کہ وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتا ہے ؟ میں نے جواب دیا کہ وہ ہمیں نماز، زکوۃ، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے ۔ اس پر اس نے کہا کہ جو باتیں تم نے کہی ہیں اگر یہ سب سچ ہیں تو وہ نبی ہیں ۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ آنے والے ہیں لیکن میرا گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے آئیں گے ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں تو ان سے ملاقات کو پسند کرتا، اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پیر دھوتا، ان کی حکومت میرے پیروں کے نیچے تک وسیع ہو جائے گی ۔ کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ کا خط مبارک منگوایا اور اس کو پڑھا جس میں لکھا ہوا تھا:

> اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل روم کے بادشاہ کی طرف، سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اس کے بعد، میں آپ کو اسلام کی دعوت اور پیغام دیتا ہوں ۔ اسلام لاؤ محفوظ رہو گے ۔ اور

اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوگنا اجر دیں گے۔ اور اگر آپ منہ موڑیں گے تو لگان دار کسانوں کا گناہ بھی تم ہی پر ہوگا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ [7]

کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمھارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کار ساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (خدا کے) فرماں بردار ہیں۔

جب خط پڑھنے سے فارغ ہوگئے تو ان کے پاس آوازیں بلند ہوگئیں اور بہت زیادہ شور وشرابا ہوگیا۔ ہم سے کہا گیا اور ہم ہال سے باہر نکل گئے۔ ابوسفیان کہتے ہیں جب ہم ہال سے باہر نکلے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ نے میرے دل میں بھی اسلام ڈال دیا۔

زہری کا کہنا ہے کہ ہرقل نے روم کے تمام معززین کو بلایا ان کو اپنے گھر میں جمع کیا اور خطاب کرتے ہوئے ان سے کہا اے روم کے باشندو! کیا تم ہمیشہ کے لیے کام یابی اور ہدایت چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمھاری بادشاہت تمھارے پاس ہی دائم رہے؟ (پھر اس رسول پر تمہیں ایمان لانا ہوگا) یہ سن کر تمام معززین جنگلی اور وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگنے لگے، لیکن دروازے بند کرکے رکھے ہوئے تھے۔ راوی کا کہنا ہے کہ ہرقل نے ان کو واپس بلایا اور کہا کہ میں تو اپنے دین پر تمھاری مضبوطی کو جانچنا چاہ رہا تھا۔ درحقیقت جس چیز کا تم نے اظہار کیا میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر سب سجدے میں پڑ گئے اور بادشاہ سے راضی ہوگئے۔

---

۷۔ آل عمران: ۶۴

## واقعہ بدر

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح(۸)

اگر تم کام یابی چاہتے ہو تو تحقیق کام یابی تمھارے پاس آچکی ہے۔

کے بارے میں: ابوجہل بن ہشام نے اللہ تعالیٰ سے اس کے آخری فیصلے کا تقاضا کیا اور کہنے لگا: اے اللہ ہم میں سے جو تیرا زیادہ نافرمان اور زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہو آج کے دن اس کو تباہ و برباد کردے۔ یہاں "ہم میں سے" سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوجہل ہیں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ابوجہل کو کافر بناکر جہنم واصل کردیا۔

عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے اور وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی متعدد آیات سے قتال کرنے کا حکم ملا تھا، چناں چہ جنگ کا پہلا موقع جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے بدر کا تھا اور اس دن مشرکین کا سپہ سالار عتبہ بن عبد شمس تھا۔ بدر کا غزوہ ۱۷ رمضان المبارک، جمعہ کے روز پیش آیا۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد ۳۱۰ سے کچھ اوپر تھی اور مشرکین نوسو سے ہزار کے درمیان تھے۔ یہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن دن تھا، اس دن اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی، ستر کے لگ بھگ مارے گئے اور اتنے ہی قیدی بنائے گئے۔ زہری کہتے ہیں کہ بدر کی جنگ میں قریشی، انصاری یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے حلیف شریک ہوئے۔

عبدالرزاق، معمر سے روایت کرتے ہیں۔ معمر نے کہا کہ مجھے ایوب نے عکرمہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی کہ ابوسفیان قریش کا تجارتی قافلہ لے کر شام سے مکہ کی طرف آرہا تھا، اور مشرکین اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے مکے سے نکلے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان اور اس کے ساتھ آنے والے قافلے کو پکڑنے کے لیے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں سے دو آدمی جاسوسی کے لیے بھیجے تاکہ پتہ چلے کہ ابوسفیان اپنے قافلے کے ساتھ پانی کے کس مقام پر موجود ہے؟ یہ دونوں چلے

---

۸۔ الانفال: ۱۹

ابوسفیان اور قافلے کی پوری خبر لے لی اور جلدی واپس آگئے اور پوری خبر سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا۔ بعد میں ابوسفیان اپنے راستے پر موجود کنویں پر پہنچا اور پڑاؤ کے لیے اترا۔ (متوقع خدشے کے پیش نظر) کنویں کے پاس موجود دو آدمیوں سے پوچھا کہ کیا تم نے اہل یثرب میں سے کسی کو نہیں دیکھا؟ وہ کہنے لگے نہیں۔ پھر پوچھا کیا تمھارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ وہ کہنے لگے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا ہاں دو آدمی دیکھے ہیں جو فلاں فلاں قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابوسفیان نے پوچھا وہ یہاں کس جگہ اترے تھے؟ انہوں نے وہ جگہ دکھائی۔ ابوسفیان نے اس جگہ کا معائنہ کیا اور قریب میں وہ جگہ دیکھی جہاں ان دونوں نے قضائے حاجت کی تھی۔ ابوسفیان نے ان کے فضلے کو غور سے دیکھا تو اس میں کھجور کی گٹھلی نظر آئی فورا بولا کہ فلاں قبیلے کے ہاں کی کھجور کی گٹھلی لگتی ہے جو اہل یثرب میں سے ہے۔ اس سے خطرے کا اندازہ لگایا اور فورا وہ راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کا راستہ اپنا لیا۔

وہ دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے استفسار فرمایا کہ کسی نے اس راستے کا کبھی سفر کیا ہے؟ ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ میں نے سفر کیا ہے۔ اس کے بعد بتانے لگے کہ اس وقت وہ فلاں فلاں کنویں پر ہوں گے اور ہم فلاں کنویں پر ہیں۔ وہ آگے چل کر فلاں کنویں پر پڑاؤ کریں گے اور ہم فلاں جگہ پہنچ چکے ہوں گے۔ پھر آگے اسی طرح چلتے رہیں گے بالآخر فلاں کنویں پر ہماری ملاقات ایک دوسرے سے مقابلے کی خواہش کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک بدر پہنچے۔ مقام بدر میں کنویں کے پاس قریش کے دو غلام پکڑے گئے جو ابوسفیان کے قافلے کی مدد کے لیے نکلے تھے۔ صحابہؓ نے ان کو پکڑا اور ان سے تفتیش شروع کی، جب وہ سچ بولتے تو ان کی پٹائی کر دیتے اور جب وہ جھوٹ بولتے تو چھوڑ دیتے۔ نبی کریم ﷺ جب وہاں سے گزرے تو ایسا ہی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا ان کے سچ بولنے پر تم ان کو مارو گے اور جھوٹ بولنے پر چھوڑو گے؟ پھر آپ نے ان میں سے ایک کو بلایا اور اس سے پوچھا قریش کے ان لوگوں کو کھانا کون کھلاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں اور فلاں، یعنی کھانا کھلانے والوں کے نام بتائے۔ اور کہا کہ ایک دن ایک آدمی کھانا کھلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں دن میں؟ غلام نے جواب دیا، دس اونٹ۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک اونٹ سو آدمیوں کی کفایت کرتا ہے اس کا مطلب ہے کہ ان کی تعداد نو سو سے ہزار تک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مشرکین آئے اور صف آرا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی اپنے ساتھیوں سے قتال کے بارے میں مشاورت کر چکے تھے کہ کس طرح یہ جنگ لڑنی ہے۔ اس موقع پر ابوبکر صدیقؓ مشورہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو بٹھایا اور دوسرے لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو عمر فاروقؓ کھڑے ہوئے آپ نے ان کو بھی بٹھایا۔ پھر اور لوگوں سے مشورہ طلب کرنے لگے تو سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! گویا آج آپ نے ہمارے دلوں کو ٹٹولنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے دلوں میں کیا ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر آپ ان کفار کے دلوں پر ضرب لگاتے ہوئے یمن کے برک الغماد تک جائیں گے تب بھی ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو صبر اور قتال کی تلقین فرمائی اور ان کی تیاری پر اطمینان اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو قریش میں سے عتبہ بن ربیعہ باہر نکلا اور خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم! آج تم میری پیروی کرو، محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے لڑائی مت کرو، اگر تم ان سے لڑو گے تو ہمیشہ کی تباہی، دشمنی اور باہمی عصبیت تمھارا مقدر بنے گی۔ آدمی ہمیشہ اپنے بھائی اور چچا زاد بھائی کے قاتل کو تکتا رہے گا کہ موقع ملے اور بدلہ لے لے۔ تمھارا یہ بھائی (مراد نبی ﷺ) اگر بادشاہ ہے تو اس کی بادشاہت میں تمھاری ضیافت ہوگی، اگر یہ نبی ہیں تو تم ان کی وجہ سے خوش قسمت ترین لوگوں میں سے ہو گے۔ اور اگر یہ جھوٹا ہے تو عرب کے نشیب و فراز اس کے لیے کافی ہے۔ لیکن قریش نے اس کی بات سننے اور اطاعت کرنے سے انکار کیا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر کہا کہ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم ان ہدایات کی ایسی پیروی کرو جیسے پروانہ روشنی کے پیچھے جاتا ہے برعکس ان باتوں کے جو سانپ کی آنکھوں کی مانند ہیں۔

ابوجہل نے کہا کہ تم نے بزدلی کے سحر کو خوب فروغ دیا ہے، پھر وہ قریش کے لشکر کے سامنے گیا اور کہنے لگا کہ عتبہ بن ربیعہ اس بات کی طرف ترغیب اس لیے دیتا ہے کہ اس کا اپنا بیٹا محمد (ﷺ) کے ساتھ ہے اور محمد خود ان کے چچا زاد بھائی ہیں وہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا اپنا بیٹا قتل ہو یا چچا کا بیٹا قتل ہو۔ عتبہ بن ربیعہ کو غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اے پیلے مقعد والے! آج عن قریب تو دیکھے گا کہ کون زیادہ بزدل، زیادہ کمینہ اور زیادہ ڈرپوک ہے؟ پھر وہ خود میدان مبارزت میں اترا، اس کے ساتھ اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹا ولید بن عتبہ بھی تھا۔ انہوں نے چیلنج کیا کہ آؤ میدان میں ہمارے ساتھ مقابلے کے

لیے جو ہمارا اہم سر ہے! بنو خزرج کے کئی لوگ کھڑے ہوگئے لیکن آپ ﷺ نے ان کو بٹھادیا۔ پھر حضرت علی، حمزہ اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کھڑے ہوگئے۔ ہر شخص اپنے مدمقابل سے دو دو ہاتھ کیے، اور ہر ایک نے اپنے مدمقابل کو مار ڈالا۔ حضرت حمزہؓ نے علیؓ کی مدد کی اور مدمقابل کو قتل کیا۔ لیکن حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی ٹانگ زخمی ہوگئی اس کے کچھ ہی عرصے بعد وہ شہید ہوگئے۔ مسلمانوں میں پہلا شخص جو شہید ہوا وہ حضرت عمرؓ کے غلام مہجع تھے۔

پھر اللہ نے مدد نازل فرمائی اور دشمن کو شکست ہوئی، ابوجہل بن ہشام مارا گیا۔ جب اس کی خبر پیغمبر ﷺ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کیا واقعی؟ لوگوں نے بتایا جی ہاں یا رسول اللہ! اس پر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: مجھے یاد آرہا ہے کہ اس کے گھٹنوں میں پیلے داغ ہیں جاؤ دیکھو کیا واقعی ایسا ہے؟ لوگوں نے دیکھا واقعی ایسا ہی تھا۔

راوی کا کہنا ہے کہ اس دن قریش کے لوگ قیدی بھی بنائے گئے اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مقتولوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے پھر ان کو پرانے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان مقتولوں کو دیکھا اور کہنے لگے اے عتبہ بن ربیعہ! اے امیہ بن خلف! آپ ان کے نام ایک ایک کر کے پکارتے گئے اور فرمایا کہ کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو پورا ہوتے دیکھا؟ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ رسول! کیا مردے سنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں کیا تم نہیں سمجھ رہے ہو؟ یعنی انہوں نے اپنے اعمال دیکھ لیے۔

معمر نے کہا کہ میں نے ہشام بن عروہ سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس دن زید بن حارثہؓ کو اہل مدینے کے پاس جنگ میں فتح کی خوش خبری سنانے کے لیے بھیجا، لوگ اس کی تصدیق کے لیے تیار نہیں تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ یہ خود جنگ سے بھاگ کر آیا ہوگا۔ زید بن حارثہؓ لوگوں کو بہت سوں کے قتل اور بہت سارے قیدیوں کی خبر سنا رہے تھے لیکن لوگ تصدیق نہیں کر رہے تھے جب تک کہ قیدی باندھ کر لائے گئے۔ بعد میں پیغمبر ﷺ نے فدیہ کے بدلے ان کو چھوڑ دیا۔

## بدر کے جنگ جو قیدی

عبدالرزاق، معمر سے وہ قتادہ اور عثمان الجزری سے روایت کرتے ہیں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ (خون بہا) لیا۔ ہر قیدی کا فدیہ چار ہزار (درہم) تھا۔ عقبہ بن ابی معیط کو فدیہ

لینے سے قبل ہی قتل کیا گیا۔ علی ابن ابی طالبؓ کھڑے ہو گئے اور اسے قتل کیا۔ قتل ہونے سے پہلے اس نے کہا اے محمد! میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا جہنم کی آگ۔

عبدالرزاق، معمر سے روایت کرتے ہیں، کہ عثمان الجزری نے مقسم کے حوالے سے ان کو بتایا کہ جب بدر کے دن عباس کو قید کر کے لایا گیا تو وہ بیڑیوں میں ہچکیاں لے رہا تھا، اس رات رسول اللہ ﷺ کو بالکل نیند نہیں آئی۔ انصار میں سے ایک صحابی نے اس کو محسوس کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے پوری رات جاگ کر گزار دی! آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عباس کی وجہ سے ہے بیڑیوں سے ان کو درد محسوس ہو رہا ہے جس کی وجہ سے میں بھی جاگ رہا ہوں۔ صحابی نے اجازت مانگی کہ اجازت ہو تو اس کی بیڑیاں ذرا ڈھیلی رکھوں؟ آپ نے فرمایا اگر تم اپنی طرف سے کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ انصاری صحابی گئے اور بیڑیاں ذرا ڈھیلی کر لیں۔ اس سے عباس کو سکون آگیا جس سے وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی سو گئے۔

## مقام رجیع میں قبیلہ ہذیل کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے، وہ عمرو ابن ابی سفیان الثقفی سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نگرانی کے لیے ایک دستہ روانہ کیا جس کا امیر عاصم بن عمر کے دادا عاصم بن ثابت کو بنایا۔ جب یہ دستہ روانہ ہوا اور مکہ و عسفان کے درمیان راستے میں کسی جگہ پڑاؤ کیا، تو قبیلہ ہذیل کی ایک ذیلی شاخ لحی جس کو بنو لحیان بھی کہا جاتا تھا کو پتہ چلا۔ چناں چہ اس قبیلے کے سو کے قریب تیر اندازوں نے اس دستے کا پیچھا کرنا شروع کیا۔ وہ ان کے آثار قدم پر چلتے رہے اور اس جگہ پہنچے جہاں انہوں نے پڑاؤ کیا تھا وہاں ان کو کھجور کی گٹھلیاں پڑی ہوئی ملیں جن سے اندازہ لگایا کہ یہ یثرب کے لوگ ہیں، کیوں کہ گٹھلیاں یثرب کی کھجوروں کی تھیں۔ بہ ہر حال وہ اس مختصر دستے کے پیچھے لگ گئے۔ جب عاصم بن ثابتؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان لوگوں کو آتا ہوا محسوس کیا تو ایک اونچی جگہ پر چڑھ گئے۔ ہذیل کے تیر اندازوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا اور کہنے لگے کہ ہم تمھارے ساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ تم نیچے اتر جاؤ ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم نے جواب دیا میں تو کسی کافر کی ذمے دار میں نہیں آنا چاہتا اور دعا کی کہ اے اللہ! ہماری حالت زار سے کی خبر اپنے رسول تک پہنچا دیجیے۔

راوی کا کہنا ہے کہ ان لوگوں نے عاصم کو سات افراد سمیت قتل کر دیا، اب خبیب بن عدی، زید بن دثنہ، ایک تیسرا فرد باقی رہ گئے تھے۔ ان لوگوں نے ان تین افراد کو بھی ایک عہد کی پیشکش کی کہ اگر وہ خود اتر آئے تو ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ چناں چہ وہ اتر آئے جب انہوں نے اپنے آپ کو حوالہ کیا تو انہوں نے ان کے تیر کش کی رسیاں اتاریں، ان تاروں سے ان کو باندھنے لگے، اس منظر کو دیکھ وہ تیسرا فرد کہنے لگا کہ یہ پہلا دھوکہ ہے، چناں چہ اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے اسے کھینچنے کی کوشش کی لیکن اس نے کہا میں اپنے شہید ساتھیوں کی پیروی کو ترجیح دیتا ہوں۔ چناں چہ اس کو بھی شہید کیا گیا۔ اب خبیب اور زید بن دثنہ رہ گئے، انہیں مکہ لے گئے اور وہاں بازار میں غلام بنا کر بیچ دیا۔

وہاں خبیب بن عدیؓ کو بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید لیا کیوں کہ خبیبؓ نے غزوہ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا، اور اس کے بیٹے خبیب سے اپنے والد کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ چناں چہ مکہ میں وہ قید رہے جب ان لوگوں نے خبیبؓ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے خبیبؓ نے حارث کی بیٹیوں سے استرا منگوایا، انہوں نے استرا دے دیا، استرا دینے والی عورت نے بتایا کہ غلطی سے میرا چھوٹا بچہ وہاں (خبیبؓ کے قریب) رہ گیا۔ وہ چلتا ہوا خبیب کے پاس چلا گیا، خبیب نے اسے اپنی گود میں بٹھا دیا۔ جب میں نے اسے دیکھ لیا تو سخت گھبرا گئی کہ بچہ کو کوئی نقصان نہ ہو کیوں کہ استرا خبیب کے ہاتھ تھا۔ یہ دیکھ کر خبیب نے کہا کیا تم ڈر رہی ہو کہ میں اس کو قتل کروں گا۔ ان شاء اللہ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ بعد میں وہ عورت کہا کرتی تھی میں نے خبیب سے بہتر قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ ہاتھ میں لیے کھا رہا تھا حال آں کہ وہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا اور ان دنوں مکے میں انگور کا کوئی موسم بھی نہ تھا۔ یہ اللہ ہی طرف سے رزق تھا جو اس کو دیا جا رہا تھا۔ پھر قید خانہ سے اس کو قتل کرنے کے لیے نکالا گیا تو کہنے لگا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چناں چہ دو رکعتیں مختصر پڑھیں اور کہنے لگا اگر مجھے یہ خوف دامن گیر نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھنے لگ جاؤ کہ آدمی خوف کی وجہ سے لمبی نماز پڑھ رہا ہے تو میں لمبی نماز پڑھ لیتا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے قتل ہونے سے پہلے نماز پڑھنے کی سنت قائم کی پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! اس کا ثواب کئی گنا بڑھا دینا۔ اور یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

جب میں حالت اسلام میں قتل کیا جارہا ہوں تو کوئی پروا نہیں اس بات کی کہ اللہ کے لیے
کس پہلو پر مجھے پچھاڑا جارہا ہے۔
یہ سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے اور جب وہ چاہتا ہے، تو جسم کے اعضا میں برکت عطا کرتا
ہے اگرچہ زخموں سے چور ہوں۔

پھر عقبہ بن عامر کھڑا ہوا اور اس نے خبیبؓ کو شہید کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ قریش نے کچھ لوگ بھیجے کہ عاصمؓ کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لے آئیں، کیوں کہ عاصمؓ نے ان کے بڑے سردار کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا پورا جتھہ بھیج دیا وہ ان کے جسم سے چمٹ گئیں جس کی وجہ سے وہ (قریش کے لوگ) ان کے جسم کا کوئی حصہ نہ لے جا سکے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ عثمان الجزری سے اور وہ مقسم یعنی ابن عباسؓ کے غلام سے روایت کرتے ہیں۔ معمر کہتے ہیں کہ زہری نے بھی اس روایت کا کچھ حصہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابی ابن خلف الجمحی کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں جگری دوست تھے۔ ابی ابن خلف ان دنوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اور آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا تھا۔ جب اس بارے میں عقبہ نے سن لیا تو ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک تم جا کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر (نعوذ باللہ) تھوک نہ دو، ان کو گالیاں دو اور ان کی تکذیب کر دو۔ راوی کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی ہمت نہیں دی۔

غزوہ بدر میں عقبہ بن ابی معیط بھی قیدی بن کر آیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ عقبہ کو قتل کرے۔ عقبہ نے کہا اے محمد! کیا ان تمام قیدیوں میں سے صرف مجھے ہی قتل کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیوں؟ آپ نے فرمایا تمھارے کفر، تمھاری سیاہ کاری اور تمھاری گستاخی کی وجہ سے۔

معمر نے کہا کہ مقسم کا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے جب کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ عقبہ نے کہا کہ میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا آگ۔ راوی کا بیان ہے: پھر علی ابن ابی طالبؓ اٹھے اور اس کو قتل کر دیا۔

ابی ابن خلف نے کہا تھا خدا کی قسم میں محمد (ﷺ) کو ضرور قتل کروں گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا بل کہ میں ان شاء اللہ اسے قتل کروں گا۔ ایک آدمی نے یہ

خبر ابی ابن خلف تک پہنچادی ۔ اور کہا کہ جب تمھاری بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی توانہوں نے کہا کہ میں اسے قتل کروں گا ان شاء اللہ ۔ اس خبر نے ابی ابن خلف کو بہت گھبراہٹ میں ڈال دیا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا تم نے ان کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں میں نے ایسا ہی سنا ہے ۔ یہ بات اس کو بہت بھاری لگی کیوں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی جو بات بھی سنی تھی وہ حق ثابت ہوئی تھی ۔ غزوہ احد کے دن ابی ابن خلف مشرکین کے ساتھ نکلا اور رسول اللہ ﷺ کی غفلت کے موقع کا انتظار کرنے لگا تا کہ حملہ کرے ۔ لیکن مسلمان اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان حائل ہوتے رہے ۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھا تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا اسے مت روکو آنے دو ۔ آپ ﷺ نے ایک نیزہ لیا اور اس سے اس کو مارا یا نیزہ اس کی طرف پھینکا ۔ وہ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر جا لگا ، اس جگہ جہاں زرہ اور خود کی کڑیاں آپس میں ملتی ہیں ۔ اس نیزے سے بہ ظاہر کوئی بہت زیادہ خون نہیں نکلا لیکن خون اس کے پیٹ کے اندر رسنے لگا ۔ اس سے وہ بیل کی طرح چلانے لگ گیا ۔ اس کے ساتھی آئے اور اسے اٹھا لے گئے جب کہ وہ چلا رہا تھا ۔ ساتھی کہنے لگے تم کیوں اتنا چلا رہے ہو ہلکی سی خراش تو ہے ۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم اگر اس (رسول اللہ) کی تھوک بھی مجھے لگ جاتی میرے قتل کے لیے کافی تھی ۔ کیا اس نے نہیں کہا تھا "ان شاء اللہ میں اسے قتل کروں گا" ۔ خدا کی قسم اس نے جو مجھے مارا ہے اگر وہ مار ذوالمجاز والوں کو پڑے وہ بھی مر جائیں گے ۔ راوی کا کہنا ہے کہ ایک آدھ دن زندہ رہ کر وہ جہنم رسید ہو گیا ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ
سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ
بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ۝ (۹)

اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا اے کاش! میں رسول (ﷺ) کو (اپنی) راہ بنا لیتا ، اے میری بدبختی میں فلاں کو دوست نہ بنا ، اس نے مجھے ذکر (قرآن و سنت) کے آنے کے بعد بھی اس سے منحرف کر دیا ، اور شیطان ہی انسان کو رسوا کرنے والا ہے ۔

۹۔ الفرقان: ۲۷۔۲۹

## بنو نضیر کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد غزوہ بنو نضیر پیش آیا یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جن کے گھر اور باغات مدینے کے مضافات میں واقع تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہ جلاوطنی پر راضی ہوگئے اور اس بات پر کہ جنگی سازوسامان یا اسلحہ کے علاوہ دیگر استعمال کی چیزیں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر وہ لے جا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے بارے میں سورۃ الحشر نازل فرمائی:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۝[۱۰]

آسمانوں اور زمین میں جو بھی کوئی چیز ہے، اس نے اللہ کی تسبیح کی ہے، اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک، وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافر لوگوں کو ان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ قتال کیا یہاں تک کہ وہ جلاوطنی پر راضی ہوگئے۔ چناں چہ ان کو ملک شام کی طرف جلاوطن کیا، یہ ان لوگوں کی اولاد میں سے تھے جو کبھی جلاوطن نہیں ہوئے تھے اور اللہ نے ان کی تقدیر میں اب جلاوطنی لکھ دی تھی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اللہ دنیا میں ان کو قتل اور قید کی سزا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی قول لاول الحشر سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ شام کی طرف ان کو جلاوطن کیا گیا۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینے میں تھے اور ابھی غزوہ بدر پیش نہیں آیا تھا، کفار قریش نے عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اوس و خزرج قبیلے کے ستارہ پرستوں کو ایک خط لکھا جس میں درج تھا کہ تم نے ہمارے قبیلے کے آدمی کو پناہ دے رکھی ہے جب کہ اہل مدینے میں تمھاری تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ہم تمہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں تم اس کو قتل کردو یا مدینے

---

۱۰۔ الحشر: ۱۔۲

سے نکال دو۔ ورنہ ہم تمھارے خلاف پورے عرب سے مدد لیں گے، پھر ہم مل کر تمھارے اوپر حملہ آور ہوں گے تمھارے جنگ جوؤں کو قتل کریں گے اور تمھاری عورتوں کو پکڑ کر لائیں گے۔

یہ خط عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ہم خیال دوسرے بت پرستوں کو ملا تو انہوں نے پیغامات کا تبادلہ کیا، اجلاس طلب کیا اور نبی کریم ﷺ کو ختم کرنے پر اتفاق کیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو انہوں نے ایک جماعت لیکر ان سے ملاقات کی۔ اور فرمایا کہ قریش کی دھمکی نے تم لوگوں میں تباہی مچادی ہے، انہوں نے تمہیں اتنا دھوکہ نہیں دیا جتنا تم نے خود اپنے آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ لوگو تم خود اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ نبی کریم ﷺ کا یہ پر اثر خطاب سن کر وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور ان کی یہ بات قریش کو معلوم ہوئی۔

اب بدر کا واقعہ پیش آچکا تھا، اس واقعے کے بعد قریش نے یہودیوں کو خط لکھا۔ کہ تم اسلحہ، سازوسامان اور مضبوط قلعوں والے لوگو! یہ بتاؤ ہمارے قبیلے کے اس فرد (مراد رسول اللہ ﷺ) کے خلاف تم کاروائی کرتے ہو یا ہم کاروائی کریں اور ہمارے اور تمھاری خواتین کو پناہ دینے والوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ جب ان کا یہ خط یہودیوں کو ملا تو بنو نضیر نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ دھوکہ کرنے پر اجماع (اتفاق) کیا۔ انہوں نے ایک منصوبے کے تحت پیغمبر ﷺ کو کہلا بھیجا کہ آپ اپنے ساتھیوں میں سے تیس آدمی لے کر ہماری طرف آئیں، ہم بھی اپنے تیس علما لے کر آپ کی طرف آئیں گے۔ تاکہ فلاں مکان میں ہماری ملاقات ہو جائے گی۔ ہم ایک دوسرے کی بات سنیں گے اگر ہمارے علما تمھاری تصدیق کریں اور ایمان لائیں ہم سب ایمان لائیں گے۔

چناں چہ اگلے دن نبی کریم ﷺ اپنے تیس صحابہ کرامؓ کو لے کر نکلے اور ادھر سے یہود کے تیس علما بھی نکل آئے، یہاں تک وہ ایک کھلی جگہ پر آپس میں ملاقات کرنے والے تھے۔ بعض یہودیوں نے دوسروں سے پوچھا کہ ہم ان تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس تیس جانثار صحابہ ہیں، جو پیغمبر سے پہلے اپنی جان دینا چاہیں گے۔ چناں چہ انہوں نے پیغمبر ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کی بات کیسے سنیں گے اور سمجھیں گے جب کہ ہم ساٹھ آدمی ہوں۔ لہذا آپ اپنے تین ساتھیوں کے ہم راہ آیے، ہمارے ہاں سے بھی تین علما آپ سے ملاقات کریں گے۔ تاکہ ایک دوسرے کی بات سن سکیں اگر ہمارے علما آپ پر ایمان لائیں تو ہم بھی آپ کی تصدیق کریں گے اور ایمان لائیں گے۔

پس رسول اللہ ﷺ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یہودی اپنے ساتھ خنجر لے کر آئے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ پر اچانک حملہ کریں۔ بنو نضیر کی ایک نیک عورت نے اپنے بھتیجوں کو ایک پیغام بھیجا جو مسلمان اور انصار صحابہؓ میں سے تھے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بنو نضیر کے خطرناک عزائم کی خبر دی تھی۔ اس عورت کے بھائی نے یہ خبر رسول اللہ ﷺ کے مقام ملاقات تک پہنچنے سے پہلے ہی ان تک پہنچادی۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ فوراواپس لوٹے اور اگلی صبح مسلح دستوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور ان کا محاصرہ کیا، اور ان کو آگاہ کیا کہ تمھاری جان ومال اب میرے نزدیک محفوظ نہیں ہیں، اپنی جان ومال اور عزت کو محفوظ ومامون بنانے کے لیے ہمارے ساتھ معاہدہ کرنا پڑے گا۔ لیکن انہوں نے معاہدہ کرنے سے انکار کیا اس دن پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ اس کے اگلے دن بنو نضیر کو چھوڑ کر مسلح گھڑسواروں اور تیر اندازوں کے ساتھ بنو قریظہ پر حملہ کیا۔ ان کو معاہدہ کرنے پر مجبور کیا، چناں چہ انہوں نے معاہدہ کیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر دوبارہ بنو نضیر پر مسلح جنگ جوؤں کے ساتھ حملہ کیا ان کے ساتھ جنگ ہوئی یہاں تک کہ وہ جلاوطنی پر تیار ہو گئے اس شرط کے ساتھ کہ اسلحے کے علاوہ دیگر سامان میں سے ایک اونٹ جتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے اتنا سامان اپنے ساتھ لے جاسکیں گے۔ چناں چہ بنو نضیر اپنا سامان اٹھا رہے تھے اپنے گھروں کے دروازے اور شہتیر تک اٹھا کے لے جارہے تھے۔ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کر رہے تھے ان کو گرا رہے تھے اور اپنی ضرورت کی لکڑیاں لے کر جارہے تھے۔

ان کی یہ جلاوطنی تاریخ میں پہلی مرتبہ شام کی طرف ہو رہی تھی۔ بنو نضیر، بنی اسرائیل کی اولاد میں سے تھے جب سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی جلاوطنی لکھی تھی تب سے یہ لوگ جلاوطن نہیں ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کو جلاوطن کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ان پر جلاوطنی نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا جیسا کہ بنو قریظہ کو عذاب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱) هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ (۱۱)

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں (سب) خدا کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے، وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا۔

بنو نضیر کا نخلستان خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کا ہو گیا جو اللہ نے ان کو خاص طور پر عطا فرمایا چناں چہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ (۱۲)

اور اللہ نے اپنے رسول کو ان کا جو مال بھی فیئ کے طور پر دلوایا، اس کے لیے تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ (بغیر قتال کے حاصل ہو گیا)۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا اکثر حصہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے انصار کے دو ضرورت مند لوگوں کو بھی حصہ عطا فرمایا۔ ان دو کے علاوہ کسی انصاری کو کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ اور جو باقی بچ گیا وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہو گیا جو بعد میں بنی فاطمہ کے ہاتھ میں رہا۔

عبد الرزاق، معمر سے اور وہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ مکہ میں پندرہ سال تک رہے، ان میں سے چار یا پانچ سال تک اسلام کی خفیہ دعوت دی کیوں کہ ان کو مخالفت کا خوف لاحق تھا۔ یہاں تک اللہ نے ان لوگوں کے لیے حکم بھیجا چناں چہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

---

۱۱۔ الحشر: ۱۔۲

۱۲۔ الحشر: ۶

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (۱۳) ... الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ (۱۴)

ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں ان لوگوں کے لیے جو مذاق اڑانے والے ہیں اور جنہوں نے قرآن کو جادو کی چیز بنادیا۔

عضین قریش کی زبان میں سحر کو کہا جاتا ہے چناں چہ وہ سحر کرنے والی عورت کو ''عاضیۃ'' کہتے تھے۔ اللہ نے اعلان عام کا حکم فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ O (۱۵)

کھلم کھلا اعلان کیجیے اس چیز کا جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور ان مشرکین کو نظر انداز کیجیے۔

اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا، چناں چہ آپ ربیع الاول کی ۸ تاریخ کو مدینہ تشریف لائے۔ پھر بدر کا واقعہ پیش آیا جس کے متعلق اللہ نے یہ نازل فرمایا:

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ (۱۶)

یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تم سے کفار کے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمارہے تھے۔

اور اسی سے متعلق یہ نازل ہوا:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ (۱۷)

عن قریب ان کی طاقت شکست کھائے گی۔

اور ان ہی سے متعلق نازل ہوا:

---

۱۳۔ الحجر:۹۵

۱۴۔ ایضا:۹۱

۱۵۔ ایضا:۹۴

۱۶۔ الانفال:۷

۱۷۔ القمر:۴۵

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ (۱۸)

یہاں تک کہ جب ہم نے پکڑ لیا عذاب میں ان کے دولت کے نشے میں مست لوگوں کو۔

اور ان ہی کے بارے میں نازل ہوا:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا (۱۹)

تاکہ ان کافر لوگوں کے پہلوؤں کو کاٹ ڈالے۔

نیز ان ہی کے بارے میں نازل ہوا:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (۲۰)

اس معاملے کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں بالکل نہیں ہے۔

کیوں کہ اللہ نے ایک قوم (کو آپ کے قابو میں دینے) کا فیصلہ تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے قافلہ کا ارادہ کیا تھا۔ ان ہی کے بارے میں نازل ہوا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا (۲۱)

کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی نعمت کو انکار سے تبدیل کیا۔

اور ان ہی کے بارے میں نازل ہوا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ (۲۲)

کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا؟

اور ان ہی سے متعلق نازل ہوا:

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (۲۳)

تحقیق تمھارے لیے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں جن کا آپس میں ٹکراؤ ہوا

---

۱۸۔ المومنون: ۶۴

۱۹۔ آل عمران: ۱۲۶

۲۰۔ ایضا: ۱۲۷

۲۱۔ ابراہیم: ۳۴

۲۲۔ البقرہ: ۲۴۳

۲۳۔ آل عمران: ۱۳

اور کفار کے قافلے سے متعلق فرمایا:

وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ [۲۴]

اور قافلہ تم سے نچلی جانب ہے۔

یعنی انہوں نے وادی کے زیریں حصے کا انتخاب کیا ہے۔ یہ سب کا سب اہل بدر سے متعلق تھا۔

بدر کے واقعے سے دوماہ پہلے سریہ (چھاپہ مار دستہ) بھیجا گیا تھا یہ وہ دن تھا جب حضرمی قتل ہوا۔ پھر احد کا معرکہ پیش آیا۔ احد کے دو سال بعد غزوہ احزاب پیش آیا۔ پھر حدیبیہ پیش آیا جسے درخت والا دن بھی کہا جاتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے قریش سے اس بات پر مصالحت کی تھی کہ اگلے سال اسی مہینے میں وہ عمرہ ادا کریں گے۔ اسی سے متعلق نازل ہوا:

الشهر الحرام بالشهر الحرام [۲۵]

محترم مہینے کے بدلے محترم مہینہ ہوگا۔

پس پہلے سال کے محترم مہینے کے بدلے اگلے سال کا محترم مہینہ ہوگا۔ پس:

والحرمٰت قصاص [۲۶]

محترم چیزوں میں برابری ہوگئی۔

پھر عمرے کے بعد فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا اسی سے متعلق قرآن میں نازل ہوا:

حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْن [۲۷]

یہاں تک کہ جب ہم ان پر عذاب کا دروازہ کھولیں گے وہ مایوسی کے عالم میں اس میں غوطہ لگائیں گے۔

اور یہ اس طریقے سے ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ان پر حملہ کیا جب کہ وہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار نہ تھے۔ قریش میں سے چار جماعتیں مقتول ہوگئیں اور ان کے حلیف جماعتوں میں سے بنو بکر

---

۲۴۔ الانفال: ۴۲

۲۵۔ البقرہ: ۱۹۴

۲۶۔ البقرہ: ۱۹۴

۲۷۔ المومنون: ۷۷

کے پچاس یا زیادہ لوگ مارے گئے۔ اور ان ہی کے بارے میں آیت نازل کی گئی جب وہ اللہ کے دین میں داخل ہوئے:

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ (۲۸)

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

پھر بیس راتوں کے بعد آپ ﷺ حنین کی طرف نکلے، پھر طائف کی طرف نکلے۔ پھر آپ مدینے واپس آئے۔ پھر ابو بکرؓ کو امیر حج بنایا اس کے اگلے سال آپ ﷺ نے حج ادا فرمایا اور لوگوں کو الوداع کیا۔ پھر آپ واپس لوٹے اور ربیع الاول کی دو تاریخ کو آپ رحلت فرما گئے۔ جب ابو بکرؓ حج سے واپس لوٹے تو رسول اللہ ﷺ تبوک کے مہم پر تشریف لے گئے۔

## واقعہ احد

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں:

کہ غزوہ احد کا واقعہ، بنو نضیر کے واقعے کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔

زہری، عروہ سے روایت کرتے ہوئے آیت:

وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ (۲۹)

اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد جب کہ تم اپنی پسند کی چیز دیکھ چکے تھے۔

کے بارے میں فرمایا: نبی کریم ﷺ پر احد کے دن جب ابوسفیان اور کفار قریش نے حملہ کیا تھا تو فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مضبوط زرہ پہن رکھی ہے، میں نے اس کی تعبیر مدینے سے کی ہے۔ لہٰذا تم اپنے گھر میں رہو اور ان کی دیواروں کے پیچھے رہ کر دشمن سے لڑو۔ میرے خیال میں مدینہ اپنی عمارتوں کی وجہ سے ایک جال اور ایک قلعے کی مانند ہے۔ اس دوران ایک شخص کھڑا ہوا جو غزوہ بدر کے موقع پر موجود نہیں تھا وہ کہنے لگا اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں باہر لے جاییے تاکہ ہم لڑیں۔ اس پر عبداللہ بن ابی ابن سلول کہنے لگا جی ہاں، خدا کی قسم اے اللہ کے نبی! جب بھی ہم پر دشمن نے حملہ کیا اور

۲۸۔ المؤمنون: ۷۸

۲۹۔ آل عمران: ۱۵۲

ہم نے باہر نکل کر مقابلہ کیا تو ہم پر وہ غالب نہ آسکا اور جب بھی ہم نے مدینے میں رہ کر درو دیوار کے پیچھے سے مقابلہ کیا تو دشمن نے ہمیں شکست دی۔

اس پر مسلمانوں نے کافی گفت گو کی، اور کہنے لگے جی ہاں اے اللہ کے رسول ہمیں مقابلے کے لیے باہر لے جایے۔ اس پر پیغمبر ﷺ نے اپنی زرہ منگوائی اور پہن لی۔ زرہ پہننے کے بعد فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ دونوں جانب سے اموات کافی ہوجائیں گی۔ میں نے خواب میں ایک ذبح شدہ جانور دیکھا ہے پھر میں نے کہا کہ گائے بہتر شگون ہے۔ایک آدمی نے کہا میرے ماں باپ آپ قربان اے اللہ کے رسول آپ ہمیں لے کر یہیں رہیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی جب جنگ کا لباس پہن لے تو دشمن سے جنگ کیے بغیر اسے اتارنا مناسب نہیں ہوتا۔ کیا کوئی آدمی ہے جو ہمیں دشمن تک جانے کا راستہ بتائے؟ چناں چہ راستہ بتانے والے مسلمانوں کو لے کر چلے یہاں تک مقام جبانہ کے شوط علاقے میں پہنچے تو عبد اللہ بن ابی لشکر کے ایک تہائی یا قریب قریب ایک تہائی حصے کو لے کر پیچھے رہ گیا۔ نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ مقام احد میں دشمن کا سامنا کیا اور جنگ کی صف بندی ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے عہد لیا کہ اگر دشمن شکست کھاجائیں تو کوئی ان کا پیچھا نہ کرے اور نہ ان کے لشکر میں داخل ہو۔ جب جنگ شروع ہوئی تو دشمن نے شکست کھائی۔ مسلمانوں نے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کی باہمی اختلاف کیا اور تنازعہ کیا۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو پھیر دیا، تاکہ انہیں آزمائے۔ مشرکین پلٹ آئے ان کے گھڑسواروں پر امیر خالد بن ولید بن مغیرہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کے ستر آدمی شہید کیے، ان کو سخت زخم پہنچا اور خود رسول اللہ ﷺ دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کے چہرۂ انور پر چوٹیں آئیں یہاں تک کہ شیطان چیخ اٹھا کہ محمد (ﷺ) شہید ہوگئے۔

کعب بن مالکؓ نے کہا: سب سے پہلے میں نے پیغمبر ﷺ کو پہچانا، خود کے پیچھے میں نے آپ کی آنکھیں پہچان لیں اور میں نے زور زور سے آواز دینا شروع کی کہ رسول اللہ ﷺ یہاں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے اشارے سے منع فرمایا کہ خاموش ہوجاؤ۔ اب اللہ نے مشرکین کو ٹھنڈا کیا اور نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھی بھی ٹھہر گئے۔ اتنے میں ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی بعض لاشوں کو مثلہ کرنے کے بعد آواز دی۔ ان میں سے بعض کا پیٹ چاک کیا گیا تھا۔ تو ابوسفیان بولنے لگا کہ تم اپنے بعض مقتولوں کو مثلہ پاؤگے۔ یہ مثلہ ہمارے اہل رائے اور سرداروں کی طرف سے نہیں کرایا گیا۔ پھر ابوسفیان بولنے لگا ہبل زندہ باد۔ عمر بن خطابؓ نے فرمایا اللہ ہی سب سے اعلیٰ سب سے برتر

ہے۔ اس نے کہا کہ یہ مقتول بدر کے مقتولوں کے بدلے میں ہیں۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے یہ مقتول برابر نہیں ہو سکتے ہمارے مقتول جنت میں اور تمھارے مقتول جہنم میں ہیں۔ ابو سفیان کہنے لگا تب تو ہم تباہ ہیں اس کے بعد وہ وہاں سے مکے چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ سے مطالبہ فرمایا کہ قریش کا تعاقب کیا جائے اس تعاقب میں عبداللہ بن مسعودؓ بھی شامل تھے۔ اور اس وقت کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ [۳۰]

یہ وہ لوگ ہیں جن سے کہنے والے نے کہا کہ دشمن تمھارے خلاف جمع ہو رہے ہیں تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان بڑھ گیا اور کہنے لگے ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ نے کفار کے تعاقب کے لیے مسلمانوں کو دعوت دی، انہوں نے قبول کیا۔ چناں چہ مسلمانوں نے اس دن کے زیادہ تر حصے میں کفار کی تلاش جاری رکھی، پھر رسول اللہ ﷺ انہیں لے کر واپس مدینہ تشریف لائے تو یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ [۳۱]

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا مثبت جواب دیا بعد اس کے ان کو شکست کی چوٹ لگی تھی

عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار کے ستر حملے کیے گئے لیکن اللہ نے ان کو حملوں کے شر سے بچایا۔

---

۳۰۔ آل عمران: ۱۷۳

۳۱۔ آل عمران: ۱۷۲

## واقعہ احزاب و بنی قریظہ

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ احزاب کا واقعہ، غزوہ احد کے دو سال بعد پیش آیا، اس کو یوم خندق بھی کہتے ہیں۔ اس دن رسول اللہ ﷺ مدینے میں موجود تھے ابوسفیان مشرکین کے سردار تھے۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہؓ کو دس دن سے زیادہ تک محاصرہ کیے رکھا، یہاں تک کہ ہر فرد پر مایوسی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ اور ابن المسیب کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی۔ اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو نہیں چاہے گا تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے بڑے قبیلے بنو غطفان کے سردار عیینہ بن حصن بن بدر الفزاری کو پیغام بھیجا جب کہ وہ ابوسفیان کا حلیف بن کر جنگ کرنے کے لیے آیا تھا۔ پیغمبر ﷺ کا پیغام یہ تھا کہ اگر تم اپنے قبیلے کے لوگوں کو لے کر ابوسفیان کو چھوڑ دو اور اپنے گھر چلے جاؤ تو انصار کی کھجور کی فصل کا ایک تہائی حصہ ہم تمہیں دیں گے۔ عیینہ نے جواب دیا اگر آپ مجھے کھجور کی فصل کا نصف دیں گے تم میں ایسا کر سکتا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کو بلایا اور ان کے سامنے بات رکھی کہ قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصن نے کہا ہے کہ اگر کھجور کی فصل کا نصف مجھے دیا جائے تو میں اپنے قبیلے کو لے کر واپس جانے اور ابوسفیان کو تنہا چھوڑنے پر تیار ہوں، جب کہ میں نے اس کو ایک تہائی کی پیش کش کی تھی، وہ نصف سے کم پر راضی نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ نے اللہ کے حکم سے کوئی فیصلہ کیا ہے تو اسے پورا کیجیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے کسی چیز کا حکم ہوتا تو مشورے کے لیے آپ کو نہ بلاتا، یہ میری ذاتی رائے تھی تو میں تمھارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس پر دونوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے تلوار ہی فیصلہ کن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر ٹھیک ہے۔

معمر نے کہا کہ مجھے ابن ابی نجیح نے بتایا کہ ان دونوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ عیینہ زمانہ جاہلیت میں خشک سالی کے دنوں اپنی دبر لٹکائے مدینے کے اردگرد پھرتا تھا اس کو جرات نہیں ہوتی تھی کہ اندر داخل ہو جائے۔ اب جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام عطا فرمایا ہم اس کو یہ دیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھر ٹھیک ہے۔

زہری، ابن مسیب سے مروی اپنی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ اسی دوران نعیم بن مسعود الاشجعی آیا، جس کو فریقین نے امن کا پروانہ دیا ہوا تھا اور وہ عدم جارحیت کا علم بردار تھا۔ وہ کہنے لگا کہ میں عیینہ اور ابوسفیان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس بنی قریظہ کا ایک پیغام آیا، وہ یہ تھا کہ یقین رکھو ہم مسلمانوں کی مخالفت ان کی چوپال تک کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شاید ہم نے ہی ان کو ایسا پیغام دینے کا حکم دیا تھا۔ نعیم ایسا آدمی تھا کہ اس کے پاس کوئی بات ٹھہرتی نہیں تھی چناں چہ وہ یہ بات سن چلا گیا۔ اب عمرؓ آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! اگر یہ حکم آپ کو اللہ کی طرف سے ہے تو اسے کر گزرئے لیکن اگر آپ اپنی رائے سے کر رہے ہیں تو قریش اور بنو قریظہ کے معاملے میں کسی ایک شخص کی بات پر اعتماد کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھ ہم نے جو بات کہی تھی وہ کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا ہمیں پہلے بھی دھوکہ لگ چکا ہے۔

ابو نعیم وہاں سے سیدھا ابوسفیان اور عیینہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا کبھی تم نے محمد (ﷺ) سے ایسی بات سنی ہے جو سچ نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ جب میں نے قریظہ کی بات ان کو بتائی تو کہنے لگے شاید ہم نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابوسفیان نے کہا اگر یہ دھوکہ ہو تو ہمیں پتہ چل جائے گا۔ ابوسفیان نے بنو قریظہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم نے جو یقین دہانی کرائی ہے کہ تم مسلمانوں کی مخالفت ان کی چوپال تک کرو گے اس بات کی ہمیں گارنٹی دے دو۔ وہ کہنے لگے آج ہفتے کی رات ہے اور ہفتے کو ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ تو ابوسفیان کہنے لگا کہ تم لوگ بنو قریظہ کے دھوکہ میں مت آؤ۔ چناں چہ وہ وہاں سے چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹھنڈی ہوا مسلط کر دی اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کی آگ بجھ گئی اور ان کے گھوڑوں کی لگامیں ٹوٹ گئیں۔ اور وہ بغیر جنگ کے شکست کھا کر واپس روانہ ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ اسی موقع پر اللہ نے فرمایا:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا۝ (۳۲)

اور اللہ مومنین کی طرف سے قتال کے لیے کافی ہے اور اللہ بڑا طاقت ور اور بڑا زبردست ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ان کے تعاقب کے لیے اپنے صحابہ کو بلایا وہ ان کے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے حمراء الاسد تک پہنچے اور وہاں سے واپس مدینہ پہنچے۔ راوی کا بیان ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنا اسلحہ اتارا غسل کیا اور خوش بو لگائی۔ ابھی یہ کر ہی رہے تھے کہ جبرائیل نے آواز دی اے پیغمبر! آپ کو جنگ سے کس نے مستثنیٰ کیا؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے اپنا اسلحہ اتار دیا جب کہ ہم نے ابھی تک نہیں اتارا۔ نبی کریم ﷺ گھبرا کر ایک دم چونک اٹھے اور صحابہ کرامؓ کو بلایا اور حکم دیا کہ عزم کر و دیار بنو قریظہ سے پہلے عصر کی نماز نہیں پڑھوگے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی مغرب ہونے لگی، تو صحابہؓ میں اختلاف ہو گیا مسلمانوں کی ایک جماعت کا کہنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا لہذا نماز پڑھو۔ ایک دوسری جماعت نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تاکیدی حکم تھا لہذا نماز کو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چناں چہ ایک جماعت نے ایمان اور ثواب کی نیت سے نماز ادا کی اور دوسری جماعت نے ایمان اور ثواب کی نیت سے نماز ترک کر دی۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں کسی جماعت پر نکیر نہیں فرمائی۔

نبی کریم ﷺ گھر سے نکلے بنو قریظہ سے پہلے درمیان میں چند لوگوں کی محفلوں کے پاس سے گزرے۔ ایک شخص سے پوچھا یہاں سے کوئی گزرا ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں، ہمارے پاس سے دحیہ کلبی گزرے تھے جو بھورے رنگ کے خچر پر سوار تھے ان کے نیچے مخمل اور کمخواب کا کپڑا بچھا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریلؑ تھے جو بنو قریظہ کے قلعوں کو ہلانے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے بھیجے گئے۔ چناں چہ پیغمبر ﷺ کے اصحابؓ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ جب پیغمبر ﷺ کے تمام ساتھی پہنچ گئے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ اپنی ڈھال سے وہ پیغمبرؐ کی حفاظت کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر پتھر پھینکا جائے جب تک کہ وہ ان کی بات کو نہ سنیں۔ چناں چہ صحابہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پیغمبر ﷺ نے بنو قریظہ کو پکارا اے بندروں اور خنزیر کے بھائیو! وہ کہنے لگے اے ابوالقاسم آپ تو فحش گو نہیں تھے! پیغمبر

---

۳۲۔ الاحزاب: ۲۵

نے قتال سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ اپنی قسمت کے بارے میں سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر راضی ہوگئے، لیکن پیغمبر ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوئے۔ چناں چہ بیماری کی حالت ان کو لایا گیا اور وہ ایک گدھے پر سوار تھے۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ اب بنو قریظہ اس معاہدہ کو یاد دلانے لگے جو پہلے سے موجود تھا اور سعد بن معاذؓ پیغمبر ﷺ کی طرف سے کسی حکم یا اشارے کے انتظار میں دیکھنے لگے، کہ ان کو کیا حکم دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے یوں کہنا چاہیے: کیا تم اس کو مانو گے جو میں فیصلہ کروں گا؟ چناں چہ سعد بن معاذؓ فیصلہ سنایا کہ: میں حکم کرتا ہوں ان کے جنگ جوؤں کو قتل کیا جائے، ان کے اموال کو تقسیم کیا جائے اور ان کی اولاد کو غلام بنایا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فیصلہ درست ہے۔

راوی نے بیان کیا کہ حیی بن اخطب، رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشرکین کا لشکر جمع کر رہا تھا وہ بنو قریظہ کے پاس ایک مرتبہ رات کے وقت آیا اور قلعے میں داخل ہونا چاہا۔ بنو قریظہ کے سردار نے کہا کہ یہ منحوس آدمی ہے کہیں حیی کی وجہ سے نحوست تمہیں نہ لگے۔ وہ آواز دیتا رہا کہ اے بنی قریظہ! کیا تم میری بات کا جواب نہیں دو گے؟ کیا تم مجھ سے نہیں ملو گے؟ کیا تم میری مہمان نوازی نہیں کرو گے؟ میں بھوکا ہوں اور سخت ٹھنڈ میں ہوں۔ بنو قریظہ کہنے لگے ہم تو اس کے لیے دروازہ کھولیں گے۔ چناں چہ دروازہ کھول دیا جب وہ اندر گیا تو بنو قریظہ کو دھوکہ دیا اور کہنے لگا اے بنی قریظہ! میں تمھارے پاس بالکل آخری وقت میں آیا ہوں، میں تمھارے پاس سخت ژالہ باری میں آیا ہوں جس کے راستے میں کوئی کھڑا نہیں ہوسکتا۔ ان کے سردار نے کہا کیا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو کہ یہ ژالہ باری ہمیں بخش دے گی؟ اور ہمیں ایسے سمندر کے پاس چھوڑ دو گے جو ہم سے جدا نہ ہو؟ حقیقت یہ کہ تم ہم سے دھوکہ کا وعدہ کر رہے ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ حیی نے ان سے وعدہ کیا اور باقاعدہ معاہدہ کیا کہ اگر متحدہ لشکر باہم منتشر بھی ہوجائیں تو وہ ان ہی کے پاس آئے گا۔ اس وقت بنو قریظہ نے نبی کریم ﷺ سے دھوکہ کرنے کے لیے اس کی پیروی کی۔ جب اللہ نے متحدہ لشکر کو منتشر کر دیا تو وہ مقام روحا تک گیا پھر اس کو وہ وعدہ یاد آیا جو اس نے بنو قریظہ سے کیا تھا۔ چناں چہ وہ واپس آیا اور ان کے قلعے میں رہا۔ جب

بنو قریظہ کو سزا کے لیے نکالا گیا تو حیی کو بھی چمڑے کے پٹے سے باندھا ہوا لایا گیا۔ اس وقت حیی نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ خدا کی قسم میری ذات پر آپ کی دشمنی کے لیے کوئی ملامت نہیں ہے لیکن جس کو اللہ رسوا کرے وہ رسوا ہو جاتا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس کی گردن ماری گئی۔

## واقعہ خیبر

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس مدینے تشریف لائے تو غزوہ خیبر پیش آیا۔ اللہ نے آیت نازل فرمائی:

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا(۴۳)

خدا نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا کہ تم ان کو حاصل کرو گے سو اس نے غنیمت کی تمھارے لئے جلدی فرمائی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (خدا کی) قدرت کا نمونہ ہو اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔

جب خیبر فتح ہو گیا تو اسے ان لوگوں کے لیے خاص کر دیا گیا جو حدیبیہ میں ساتھ تھے اور درخت کے نیچے (پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر) بیعت کی تھی چاہے وہ خیبر میں موجود تھے یا نہیں۔ کیوں کہ اللہ نے ان سے اس کا وعدہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے خمس اپنے لیے رکھ لیا باقی مال غنیمت کے طور پر ان تمام مسلمانوں میں تقسیم کیا جو وہاں موجود تھے یا جو اہل حدیبیہ میں سے وہاں موجود نہیں تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہؓ کے عمال یا کارندے نہیں تھے جو خیبر میں کام کرتے یا کھیتی باڑی کرتے۔

زہری نے کہا کہ مجھے سعید ابن المسیب نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے جلاوطن ہونے کے بعد خیبر کے یہود کو بلایا۔ آپ ﷺ نے ان کو نصف پیداوار کی شرط پر وہ زمین دے دی۔ چناں چہ وہ حصہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحابؓ کو ادا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تم کو اس زمین پر اسی طرح مقرر کرتا ہوں جس طرح اللہ نے مقرر فرمایا تھا۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ

---

۴۳۔ الفتح: ۲۰

عبداللہ بن رواحہؓ کو وہاں بھیجا کرتے اور وہ فصل پکنے اور اس میں سے کچھ کھانے سے پہلے جاکر اندازہ لگا کرآتے۔ پھر یہود کو اختیار دیا جاتا تھا کہ وہ اس اندازے کے مطابق ادا کرنا چاہتے ہیں یا لینا چاہتے ہیں؟

زہری نے بیان کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس مدت کے اندر جس میں ان کے اور قریش کے درمیان معاہدہ طے تھا ماہ ذی القعدہ میں عمرہ ادا فرمایا۔ قریش نے پیغمبر ﷺ کے لیے تین دن کے لیے مکہ خالی کیا اور اس دوران کے لیے حویطب بن عبدالعزی القرشی العدوی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کو حکم دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ تین دن تک طواف ادا کریں تو ان کو جانے کے لیے کہہ دیں۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ان سے معاہدہ تین دن کا تھا۔ جب تین دن ہو گئے تو حویطب آیا اور پیغمبر ﷺ سے جانے کا کہہ دیا۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ مدینے روانہ ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصے بعد پھر آپ ﷺ نے مکے پر حملہ کیا اور اسے فتح کیا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ:

نبی کریم ﷺ ماہ رمضان میں مدینے سے نکلے جب کہ آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمانوں کی جماعت تھی۔ اور یہ روانگی مدینہ آمد کے تقریبا ساڑھے آٹھ سال بعد ہو رہی تھی۔ وہ مسلمانوں کو لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ پیغمبر ﷺ بھی روزہ رکھتے اور دوسرے مسلمان بھی۔ جب مقام کدید جو عسفان اور مقام قدید کے درمیان ہے پہنچے تو سب نے روزہ افطار کیا اس کے بعد بقیہ رمضان کسی نے روزہ نہیں رکھا۔ زہری نے کہا کہ افطار آخر الامرین تھا۔ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے آخری حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ فرمایا: پس رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی تیرہ تاریخ کو مکہ فتح کیا۔

## غزوۃ الفتح

عبدالرزاق، معمر سے، وہ عثمان الجزری سے (معمر نے کہا کہ عثمان الجزری کو مشاہد بھی کہا جاتا تھا) اور وہ ابن عباس کے غلام مقسم سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

جب صلح حدیبیہ کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان معاہدہ امن تھا جس کا دورانیہ دو سال تھا۔ اسی دوران قریش کے حلیف قبیلہ بنی بکر اور رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے درمیان جنگ ہوئی، جس میں قریش نے خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنی بکر کی مدد کی۔ یہ خبر جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو فرمایا: خدا کی قسم میں اس چیز سے ان کو بھی روکوں گا جس سے میں اپنے آپ

اور اپنے گھر والوں کو روکتا ہوں۔ اور اس کے لیے آپ ﷺ نے تیاری شروع کر دی، یہ خبر قریش تک پہنچی اور لوگوں نے ابوسفیان سے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ لشکر ہمارے لیے تیار ہو رہے ہیں، آپ جائیں ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان معاہدے کی تجدید کریں، یہ شام سے اس کی واپسی کا موقع تھا۔

ابوسفیان نکل کر مدینے آیا، اور رسول اللہ ﷺ سے بات کی کہ آیئے ہم تجدید معاہدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم تو اس معاہدے پر قائم ہیں جو پہلے ہوا تھا۔ کیا تم نے کوئی نیا کام کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ہم تو اسی پر قائم ہیں جو معاہدہ ہمارے درمیان ہوا تھا۔ ابوسفیان پھر علی ابن ابی طالبؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ عرب پر سردار بننا چاہتے ہیں؟ اور اپنی قوم پر احسان جتلانا چاہتے ہیں؟ آؤ ان کی مدد کرو اور ان کے ساتھ معاہدے کی تجدید کرو۔ حضرت علیؓ کہنے لگے میں کسی بھی معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے برعکس فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر وہ فاطمہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ کیا تمہیں عرب کے بہترین میمنہ بننے کی خواہش نہیں ہے کہ لوگوں کو سہولت پہنچاؤ؟ تمھاری بہن نے اپنے شوہر عاص بن ربیع کو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے بچایا تھا اور پیغمبر نے اس کی خواہش میں تبدیلی نہیں کی۔ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے برخلاف کوئی کام کرنے کی مجاز نہیں ہوں۔ پھر یہی بات ابوسفیان نے حسنؓ سے اور حسینؓ سے کہی کہ لوگوں کی حفاظت میں مدد دیں اور ان سے کہا: بولو جی ہاں۔ دونوں نے کچھ نہیں کہا اور اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگے اور پھر کہا کہ: ہم وہی بات کہیں گے جو ہماری ماں نے کہی ہے۔ چناں چہ ابوسفیان کسی سے اپنی مطلوبہ بات کہلوانے میں ناکام ہو گیا۔

ابوسفیان مدینے سے واپس قریش کے پاس پہنچا، لوگوں نے پوچھا، کیا خبر لائے ہو؟ کہنے لگا میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جو ایک دل اور ایک دماغ کی مالک ہے۔ خدا کی قسم ان میں سے ہر چھوٹے بڑے، مرد اور عورت سے میں نے بات کی ہے لیکن کسی سے اپنی بات کہلوانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ لوگوں نے کہا آپ نے کچھ بھی نہیں کیا آپ دوبارہ جائیں چناں چہ وہ دوبارہ گئے۔

جب وہ دوبارہ گئے تو رسول اللہ ﷺ قریش کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے مدینے سے نکل چکے تھے جب ابوسفیان ابھی درمیان راستے میں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کے کچھ لوگوں سے فرمایا: ابوسفیان کو تلاش کرو وہ تمہیں کہیں ملے گا۔ لوگوں نے تلاش کیا تو وہ مل گیا، جب وہ لشکر میں داخل ہونے لگا تو لوگ اس پر حملہ کرنے کے لیے دوڑ پڑے، اس نے پکارا اے محمد! میں مارا جا رہا ہوں میری حفاظت کے لیے عباسؓ کو حکم دیا جائے۔ عباس زمانہ جاہلیت میں اس کے ساتھی اور دوست تھے۔ پیغمبر

ﷺ نے ابوسفیان کو عباس کے پاس پہنچانے کے حکم دیا، رات عباس کے پاس گزاری۔ جب فجر کی نماز کا وقت ہو گیا اور موذن نے اذان دی تو لوگوں نے حرکت کی، وہ سمجھے کہ یہ لوگ ابوسفیان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، کہنے لگا: اے عباس! یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟

عباس کہنے لگے کہ نماز کے لیے اذان دی گئی ہے یہ لوگ اس کی تیاری کر رہے ہیں۔

کہنے لگا کیا یہ سب لوگ محمد (ﷺ) کے منادی کی آواز پر حرکت کر رہے ہیں؟

عباس نے جواب دیا ہاں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب عباسؓ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو ابوسفیان بھی ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو پوچھا کہ اے عباس! محمد (ﷺ) جو کچھ کرتے ہیں یہ لوگ بھی اسی طرح کرتے ہیں؟ عباس نے جواب دیا ہاں۔

ابوسفیان نے پوچھا اگر محمد ﷺ ان کو حکم دیں کہ کھانا پینا چھوڑ دو یہاں تک کہ مر جاؤ پھر بھی یہ کریں گے؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ کل یہ تمھاری قوم کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر کہا کہ اے عباسؓ! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ۔

عباسؓ، ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، اس وقت وہ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے اور عمر بن خطابؓ خیمے کے پیچھے کھڑے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا تو ابوسفیان کہنے لگا کہ میں عزیٰ کو کیا کروں؟ عمرؓ خیمے کے پیچھے سے بول پڑے اس پر گندگی ڈال دو۔ ابوسفیان نے کہا تیرا باپ، تم فحش گو ہو! خطاب کے بیٹے میں تمھارے پاس نہیں آیا ہوں، میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا ہوں اور اسی سے میں بات کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ عباسؓ نے درخواست کی یا رسول اللہ! ابوسفیان ہماری قوم کا معزز اور وجاہت والا آدمی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ ان کو پہچان کے لیے کوئی چیز عطا فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا وہ محفوظ ہو گا۔ ابوسفیان کہنے لگے، واقعی! میرا گھر! نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں تیرا گھر۔ اور جو اپنا ہتھیار ڈال دے گا وہ بھی محفوظ ہو گا، نیز جو اپنا دروازہ بند کر کے گھر میں ہی رہے گا وہ بھی محفوظ رہے گا۔

ابوسفیان، حضرت عباسؓ کے ساتھ آگے گیا، راستے میں حضرت عباسؓ کو دھوکہ دہی کا خوف لاحق ہوگیا تو اس کو ایک اونچے ٹیلے پر بٹھادیا تاکہ لشکر آگے گزر جائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے پاس سے لشکریوں کی ایک جماعت گزری، ابوسفیان نے پوچھا کہ عباس یہ کون ہیں؟

عباسؓ نے جواب دیا، یہ میمنہ ہے، یعنی فوج کی دائیں جانب چلنے والا جتھہ ہے، جس کی کمان زبیر بن عوامؓ کررہے تھے۔ پھر ایک اور جماعت گزری تو پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ قضاعہ کے لوگ ہیں جن کی کمان ابوعبیدہ بن جراحؓ کررہے تھے۔ پھر ایک اور جماعت گزری تو پوچھا یہ کون ہیں؟ عباسؓ نے جواب دیا یہ میسرہ یعنی فوج کی بائیں جانب چلنے والا دستہ ہے جس کی قیادت خالد بن ولیدؓ کررہے تھے۔ پھر ایک جماعت گزرنے لگی جو لوہے میں غرق تھی، ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جو کالے پتھروں والی زمین کی طرح ہیں۔ جواب دیا کہ یہ انصار ہیں جن کے پاس سرخ موت ہے، ان میں رسول اللہ ﷺ ہیں اور اردگرد انصار ہیں۔

ابوسفیان نے کہا، عباس! آج کی طرح میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی قوم جنگ کے لیے اتنی تیار ہو اور اتنی منظم بھی ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ابوسفیان وہاں سے چلا، جب مکہ سامنے آیا تو قریش کے طریقے کار کے مطابق پکار اٹھا: اے غالب لوگوں! اسلام قبول کرو محفوظ رہوگے۔ یہ سن کر ابوسفیان کی بیوی ہند باہر نکل آئی اور اس کی داڑھی پکڑ کر چیخنے لگی۔ کہ اے غالب لوگو! اس احمق بڈھے کو قتل کرو، جس نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اسلام قبول کرو ورنہ میں تمھاری گردن اڑادوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نمودار ہوا تو آپ نے لوگوں کو اس میں داخل ہونے سے روکا جب تک کہ عباسؓ کی طرف سے پیغام نہ ملا۔ اس میں کچھ دیر لگی، اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے، شاید عباسؓ کے ساتھ ان لوگوں نے وہی معاملہ تو نہیں کیا جو ثقیف نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کیا تھا۔ خدا کی قسم اگر ایسا ہوا تو میں کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت عباسؓ کا نمائندہ بھی آگیا اور رسول اللہ ﷺ مکے میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو ہاتھ روک کر رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: اپنا اسلحہ روک کر رکھو، مگر خزاعہ کی طرف سے بکر کے خلاف کچھ دیر کے لیے اجازت ہے۔ پھر حکم دیا کہ مکمل طور پر رک جاؤ۔ آپ نے تمام لوگوں کو امن دیا سوائے ابن ابی سرح، ابن خطل، مقیس الکنانی اور ایک عورت کے علاوہ۔ پھر نبی کریم ﷺ

نے فرمایا کہ مکہ میں نے نہیں، بل کہ اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا ہے اور نہ میرے بعد قیامت تک کسی کے لیے حلال ہوگا۔ اللہ نے دن کے ایک چھوٹے سے حصے میں اسے حلال کیا تھا۔

پھر عثمان بن عفانؓ ابن ابی سرح کے لیے عذر پیش کرنے آگئے اور درخواست کی کہ اس کی بیعت قبول کیجیے، یا رسول اللہ! آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ وہ دوسری جانب سے آیا تو آپ نے چہرہ پھیر دیا۔ پھر تیسری طرف سے آنے لگا تو آپ نے چہرہ پھیر دیا اور فرمایا: میں گمان کر رہا تھا کہ اس کا کام کوئی تمام کر دے گا۔ ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ذرا اشارہ کر دیتے ہر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نبی اشارہ نہیں کیا کرتا۔

زہری نے کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو قریش کے بعض لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لیے بھیجا، ان کے ساتھ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ انہوں نے قتال کیا یہاں تک قریش کو شکست ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہ رک گئے اور وہ لوگ دین میں داخل ہوئے، اللہ نے آیت نازل فرمائی:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○ [۳۴]

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوں، تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں، اور اس سے استغفار کریں، بے شک وہ (اپنے بندوں کی طرف) بہت زیادہ رجوع کرنے والا ہے۔

معمر کا بیان ہے کہ زہری نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ حنین کی طرف لوٹے جب کہ آپ کے ساتھ قریش، کنانہ کے لوگ تھے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ حنین ایک وادی ہے جو طائف کی جانب ہے اور یہاں پانی کی فراوانی ہے۔ اس وادی میں مشرکین کے قبائل ہوازن اور ان کے ساتھ ثقیف رہتے تھے۔ یہاں کے مشرکین کا سردار ان دنوں مالک بن عوف النصری تھا۔ حنین میں جنگ ہوئی اللہ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی مدد فرمائی، یہ دن مسلمانوں پر بڑا سخت تھا اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

۳۴۔ النصر: ۱۔۳

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ (۳۵)

تحقیق اللہ نے تمھاری مدد کی، کئی میدان جنگ میں اور حنین کے دن

معمر نے کہا: زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی تالیف قلب کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے اس دن آپ نے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔

عبدالرزاق، مالک بن انس سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے، آپ نے خود پہن رکھا تھا۔

## غزوہ حنین کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں۔ زہری نے کہا کہ مجھے کثیر بن عباس بن عبدالمطلب نے اپنے والد عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا: فرماتے ہیں کہ میں حنین کی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ کوئی ان کے ساتھ نہیں تھا سوائے میرے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے رہے اور ان سے کبھی جدا نہ ہوئے جب کہ آپ بھورے یا معمر کے ایک قول کے مطابق سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے، جو فروہ بن نفاثہ الجذامی نے ان کو ہدیہ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب مسلمان اور کفار کے درمیان جنگ ہوئی تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب بڑھنے کے لیے ایڑ لگا رہے تھے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے خچر کی لگام کو تھام کر اس کو آگے بڑھنے سے روک رہا تھا جب کہ وہ مشرکین کی طرف جلدی بڑھنے میں کوتاہی نہیں کر رہا تھا۔ اور ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے لیکن پھر بھی وہ رک نہیں پا رہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عباس! درخت والے ساتھی (مراد اصحاب حدیبیہ) کہاں ہیں؟ ان کو آواز دو۔ میں اونچی آواز والا آدمی تھا، میں نے اپنی پوری طاقت لگا کر ان کو آواز دی کہ درخت والے ساتھی کہاں ہیں؟ کہتے ہیں خدا کی قسم میری آواز سن کر وہ ایسے متوجہ ہوئے جیسے گائے اپنے بچے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور کہنے لگے۔ ہم حاضر ہیں! ہم حاضر ہیں! ہم حاضر ہیں!

---

۳۵۔ التوبہ: ۲۵

اب مسلمان واپس آئے، ان کی اور کفار کی جنگ شروع ہوئی۔ پھر انصار نے آواز دی کہ اے انصار کے گروہ! پھر بلانے والوں نے بلانا شروع کیا بنو الحارث بن خزرج کو اور پکارا کہ اے بنی الحارث بن الخزرج! عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر جنگ کے منظر کو دیکھ رہے تھے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لڑائی بہت سخت ہوگئی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ کنکریاں لیں اور کفار کی طرف پھینک دیں پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔ کہتے ہیں: پھر میں دیکھنے چلا گیا اور جنگ کا میدان اسی طرح گرم تھا۔ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جیسے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سنگ ریزے پھینکے ان کی حد نگاہ کم ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ کو واپسی کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو ہزیمت دی۔ کہتے ہیں کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ پیچھے کھڑے ہو کر وہ اپنے خچر کو آگے کی طرف ایڑ لگا رہے تھے۔

زہری کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ازہر بیان کر رہے تھے: خالد بن ولید بن مغیرہؓ اس دن رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے پر سوار تھے۔

ابن ازہر نے بتایا کہ تحقیق میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو اس وقت جب اللہ نے کفار کو شکست سے دوچار کیا اور مسلمان اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ رہے تھے تو آپ ﷺ مسلمانوں کے درمیان ٹہل رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھے خالد بن ولید کا قیام گاہ کون دکھائے گا؟ پس میں دوڑا یا بھاگا پیغمبر سے آگے اس وقت میں لڑکا تھا اور میں کہتا ہوا جا رہا تھا کہ خالد کا قیام گاہ کون دکھائے گا؟ یہاں تک کہ ہمیں بتا دیا گیا۔ دیکھا کہ خالد اپنے کجاوے کی پچھلی لکڑی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے زخموں کو دیکھا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے سعید ابن المسیب نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس ایک دن میں چھ ہزار عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جن پر نگراں ابوسفیان بن حرب کو بنایا۔

زہری کہتے ہیں مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ جب ہوازن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگوں سے زیادہ نیک اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ ہمارے بچے اور ہماری عورتیں قیدی بنالی گئیں اور ہمارا سارا مال ہم سے چھین لیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمھارا کافی انتظار کیا لیکن میرے ساتھ لوگ ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔ میرے لیے قابل ترجیح بات وہ ہے جو زیادہ سچی ہو۔ اب تمہیں دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے: یا مال واپس لے لو یا اپنے قیدی واپس لے لو۔ وہ کہنے

لگے اے اللہ کے رسول اگر آپ ہمیں مال اور عزت کے درمیان اختیار دیتے ہیں تو ہم حسب و عزت کو اختیار کرتے ہیں ۔ یا یوں کہنے لگے: ہم عزت کو کسی چیز کے برابر نہیں سمجھتے ۔ چناں چہ انہوں نے اپنے بچوں اور عورتوں کو اختیار کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے درمیان خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی تعریف کی جس کا وہ حق دار ہے اس کے بعد فرمایا: یہ تمھارے بھائی ہیں جو تابع فرمان ہو کر آئے ہیں یا اسلام قبول کر کے آئے ہیں۔ میں نے ان کو اختیار دیا ہے اولاد اور اموال کے درمیان۔ انہوں نے کسی چیز کو اپنی عزت کے برابر قرار نہیں دیا۔ میرا خیال ہے کہ تم لوگ ان کے بچے اور ان کی عورتیں ان کو لوٹا دو۔ تم میں سے جو اس اچھے کام کی انجام دہی کو پسند کرے وہ اسے کر گزرے، اور جو ایسا کرتے ہوئے اس کے معاوضے کا حصہ طلب کرے وہ بھی اسے کر گزرے ہم اسے اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے جتنا ہو سکے دیں گے۔

مسلمانوں نے کہا کہ ہم اللہ کے رسول کے لیے اپنی خوشی سے یہ کام کریں گے۔ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کس نے اس کی اجازت دی تھی اور کس نے نہیں دی تھی؟ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے عرفا کو یہ حکم دیا کہ وہ یہ معلومات ہم تک پہنچادیں۔ جب عرفا نے پیغمبر ﷺ تک یہ بات پہنچا دی کہ لوگوں نے اس فیصلے کو قبول کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کو ان کی عورتیں اور بچے عطا کیے۔ اور آپ ﷺ نے ان کی عورتوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ واپس اپنے گھروں کو لوٹنا چاہتی ہیں یا قریش کے ان گھروں میں رہنا پسند کریں گی جن کے حصے میں وہ آئی تھیں۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان میں سے ایک عورت عبدالرحمن بن عوفؓ کے حصے میں آئی تھی جب اختیار دیا گیا تو اس عورت نے اپنے اہل کو اختیار کیا، عبدالرحمن کو چھوڑ دیا، وہ اس بات پر تعجب کیا کرتے تھے۔ اور دوسری عورت صفوان بن امیہ کے پاس تھی جس نے اپنے اہل کو ہی اختیار کیا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے سعید ابن مسیب نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان مال کو تقسیم کیا، اور غزوہ حنین سے فراغت کے بعد مقام جعرانہ سے عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر آپ مدینے کے لیے روانہ ہوئے، پھر ابو بکرؓ کو حج کے امیر بنانے حکم دیا۔

معمر، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ابن کعب ابن مالک نے ان کو خبر دی کہ ایک شخص جسے ملاعب الاسنہ کہا جاتا تھا وہ ہدیہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، پھر

اس شخص نے کہا کہ آپ اہل نجد کے پاس (تعلیم کے لیے) ایک وفد بھیجیے میں ان حفاظت کی ضمانت دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک جماعت بھیجی جس میں منذر بن عمرو اور عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ منذر بن عمرو کو اعنق لیموت بھی کہا جاتا تھا۔ راستے میں عامر بن طفیل نے ان کے خلاف کاروائی کے لیے بنو عامر کو بلایا، لیکن بنو عامر نے اس کی بات ماننے اور ملاعب الاسنہ کے معاہدے کو توڑنے سے انکار کیا۔ راوی نے بتایا کہ عامر نے قبیلہ بنو سلیم کو بلایا وہ لوگ تیار ہو گئے اور تقریبا سو کے قریب تیرانداز جمع ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو بئر معونہ پر گھیر لیا، سب کو قتل کیا، صرف عمرو امیہ الضمری باقی بچ گئے تو ان کو چھوڑ دیا گیا۔

زہری نے بتایا کہ عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جب عمرو، واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا؟ زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی، جب لوگوں نے مقتولوں کی تدفین کی تو عامر بن فہیرہ کی لاش ان کو نہیں ملی۔ ان لوگوں نے خیال کیا کہ شاید ملائکہ نے ان کی تدفین کی ہوگی۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انس کے ماموں حرام بن ملحان کو اس دن جب تیر لگا اور خون ان کی ہتھیلی میں جمع ہوا، تو اس نے خون اپنے چہرے اور سر پر مل دیا اور کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

معمر نے کہا کہ مجھے عاصم نے حضرت انس بن مالکؓ کے حوالے سے بتایا انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملہ میں اتنا زیادہ غم محسوس کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ نے بئر معونہ کے واقعہ پر محسوس کیا۔ جو منذر بن عمرو کے ساتھیوں کا دستہ تھا۔ آپ ﷺ پورا مہینہ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور قبیلہ بنو سلیم کی شاخ رعل، ذکوان، عصیہ، لحیان کے خلاف بددعا کرتے رہے۔

## حبشہ کی طرف ہجرت

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہونے لگی اور ایمان کا اظہار ہونے لگا تو کفار قریش نے اپنے قبائل میں سے ایمان لانے والوں کے بارے میں گفت گو کی۔ ان پر تشدد کرنے اور ان کو قید کرنے لگے جس سے ان کا مقصد ایمان والوں

کو اپنے دین سے متعلق آزمائش میں ڈال کر روکنا تھا۔ راوی کا بیان ہے ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایمان لانے والوں سے فرمایا کہ تم زمین پر منتشر ہو جاؤ۔ مسلمانوں نے پوچھا ہم کہاں جائیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا وہاں۔ یہ کہہ کر آپ نے حبشہ کی سرزمین کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ ہجرت کے لیے پیغمبر ﷺ کی پسندیدہ سرزمین تھی۔ پس لوگوں نے بڑی تعداد میں ہجرت کی، بعض نے اکیلے ہجرت کی جب کہ بعض نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی، یہاں تک کہ وہ حبشہ کی سرزمین میں آگئے۔

زہری نے کہا کہ جعفر بن ابی طالب نے اپنی بیوی اسما بنت عمیس الخثعمیہ کو ساتھ لے کر ہجرت کی، عثمان بن عفانؓ نے اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، خالد بن سعید بن عاص نے بھی اپنی بیوی امیمہ بنت خلف کے ساتھ ہجرت کی، ابوسلمہ نے اپنی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیمہ بن مغیرہ کو ساتھ لے کر ہجرت کی۔ ان کے علاوہ بھی قریش کے کئی لوگوں نے اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر ہجرت کی۔ حبشہ میں عبداللہ بن جعفر کی پیدائش ہوئی، نیز خالد بن سعید کی بیٹی کی لونڈی کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو عمرو ابن الزبیر اور خالد بن زبیر کی ماں تھی۔ حبشہ کی سرزمین پر اہل قریش کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں میں حارث بن حاطب بھی تھے۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بتایا وہ کہتی تھیں کہ ہوش سنبھالنے کے بعد مجھے یاد نہیں کہ میرے والدین سچے دین کے علاوہ کسی پر عمل پیرا ہوں۔ اور مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزانہ صبح شام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر آزمائش شروع ہوئی تو ابوبکرؓ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے، جب وہ برک غماد پہنچے تو ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ ابن الدغنہ نے پوچھا ابوبکر کہاں جارہے ہو؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکالا ہے، چاہتا ہوں کہ زمین کی سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ ابن الدغنہ نے تعجب سے پوچھا کہ آپ جیسے آدمی کو! آپ کو نہیں نکالا جانا چاہیے اور نہ ہی آپ کو نکلنا چاہیے۔ آپ وہ کام کرتے ہیں جو دوسرے نہیں کرسکتے، آپ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ سب کچھ برداشت کرلیتے ہیں، آپ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں، رنج والم میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کا مددگار ہوں گا، واپس آیئے اپنے شہر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کیجیے۔

ابن الدغنہ، ابوبکرؓ کے ساتھ واپس آیا اور کفار قریش کے پاس جاکر کہنے لگا کہ ابوبکر نکل گئے تھے، ان جیسے لوگوں کو نہیں نکلنا چاہیے۔ کیا تم ایسے آدمی کو نکال دیتے ہو جو وہ کام کرسکتا ہے جو دوسرے نہیں

کر سکتے؟ اور جو صلہ رحمی کرتا ہے، جو سب کچھ برداشت کر لیتا ہے، جو مہمانوں کی خاطر تواضع کرتا ہے اور جو ہر مشکل گھڑی میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی گارنٹی کو قبول کیا اور ابوبکر کو امان دے دی۔ اور ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو بولو وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرے اور جو نماز پڑھنا چاہے پڑھ لے، لیکن ہمیں تکلیف نہ دے اور اپنی نماز اور قراءت کا دوسرے گھروں میں اعلان نہ کرے، چناں چہ ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر ابوبکرؓ کو خیال آیا اور انہوں نے اپنے گھر کے احاطے میں مسجد بنائی، اس میں وہ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے۔ ان کی نماز و تلاوت کو دیکھنے کے لیے قریش کی عورتیں اور بچے ایک دوسرے پر چڑھ جاتے، دیکھتے اور تعجب کرتے۔ ابوبکر صدیقؓ بہت زیادہ رونے والے تھے، قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے آنسو تھمتے نہیں تھے۔

اس کیفیت نے قریش کو گھبراہٹ میں ڈال دیا اور ابن الدغنہ کو بلا بھیجا، وہ قریش کے پاس آیا۔ تو کہنے لگے کہ ہم نے ابوبکر کو تمھارے کہنے پر اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں ہی اللہ کی عبادت کرے وہ اس سے تجاوز کر رہا ہے، اس نے اپنے گھر میں مسجد بنالی جس میں نماز اور قرأت کا اعلان کرتا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ اگر وہ اپنے گھر میں ہی اللہ کی عبادت تک محدود رہتا ہے تو ٹھیک ہے، لیکن اگر وہ اپنی عبادت کے اعلان پر ہی اصرار کرے تو اس سے کہو کہ تمھاری ذمے داری واپس کرے، ہم آپ کی خفت کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی ابوبکر کو اعلان کی اجازت دیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابن الدغنہ، ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوبکر! آپ کو معلوم ہے میں نے آپ کے لیے معاملہ کیا۔ اب آپ یا تو اس معاہدے کی پاس داری کریں ورنہ میری ذمے داری واپس کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ اہل عرب یہ سنیں کہ میں نے جس آدمی کو اپنے ذمہ لے لیا ہے اس نے معاہدے کو سبوتاژ کیا ہے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں آپ کی امان اور ذمے داری واپس کرتا ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی امان پر راضی ہوں۔ ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکہ میں ہی تھے۔ اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں تمھارے لیے دار ہجرت کو دیکھا ہے وہ ایک دلدلی زمین ہے جو کھجوروں سے بھرپور ہے اور دو سیاہ قلعوں کے درمیان ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرمایا تو ہجرت کرنے والوں نے (مدینے کی طرف) ہجرت شروع کی، اور بعض مسلمان جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹنے لگے اور

ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کی تیاری شروع کی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ سے فرمایا: آپ ذرا رک جایے، امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا اے اللہ کے نبی! کیا آپ بھی امید رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اب ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کیا اور اپنے دو سواری کے جانوروں کو آکاشیا کے پتے کھلانا شروع کیے یہ سلسلہ کوئی چار ماہ تک رہا۔

زہری نے عروہ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ دوپہر کی شدید گرمی میں ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ابوبکرؓ کو پکارا۔ دیکھا رسول اللہ ﷺ اپنے سر کو ڈھانپ کر تشریف لا رہے تھے، یہ ایسا وقت تھا کہ عموماً آپ اس وقت کبھی تشریف نہیں لاتے تھے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس وقت تشریف لائے ہیں تو کوئی اہم بات ہے؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے آنے کی اجازت طلب کی، آپؐ کو اجازت دی گئی تو اندر داخل ہوئے اور ابوبکرؓ سے فرمایا: ذرا اپنے گھر سے باہر آجائیں۔

ابوبکر نے عرض کیا یہ آپ ہی کے اہل ہیں اے اللہ کے رسول!

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بھی نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔

ابوبکر نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول، آپ کی معیت کی سعادت مجھے حاصل ہوگی؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں۔

پھر ابوبکرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! ان دو میں سے ایک سواری آپ اپنے لیے پسند کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیمت دے کر۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر ہم نے جلدی سے ان کی تیاری کروائی، ہم نے سفر کا توشہ ایک تھیلے میں رکھا، اسما بنت ابی بکر نے اپنی کمر بند میں سے ایک حصہ پھاڑ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ان کو ذات النطاقین یعنی دو نطاقوں والی کہا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ جبل ثور کے ایک غار میں پہنچے جہاں انہوں تین راتیں گزاریں۔

معمر نے عثمان الجزری سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ کے غلام مقسم نے قرآن کی آیت کے بارے میں ان کو بتایا:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ (۳۶)

اس وقت کو یاد کرو جب کفار آپ کو پکڑنے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔

کہنے لگے: قریش نے مشاورت کی ان میں سے بعض نے کہا کہ جب صبح رسول اللہ ﷺ اٹھیں تو ان کو زنجیروں سے باندھ دو، بعض نے کہا کہ قتل کر دو، اور بعض نے کہا: بل کہ ان کو شہر سے نکال دو۔ اس بات کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو دے دی۔ اس رات نبی ﷺ کے بستر پر حضرت علیؓ سو گئے اور نبی کریم ﷺ خود نکل کر غار ثور پہنچ گئے۔ لیکن مشرکین ساری رات حضرت علیؓ کی نگہ بانی کرتے رہے، کیوں کہ وہ ان کو پیغمبرؐ سمجھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے دیکھا کہ علیؓ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، یوں اللہ نے ان کی سازش کو ناکام بنایا۔ مشرکین نے پوچھا تمھارا ساتھی کہاں ہیں؟ علیؓ نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ اب مشرکین، پیغمبر ﷺ کے نشانات قدم کے پیچھے چلے جب پہاڑ پر پہنچے تو معاملہ ان کے لیے مشتبہ ہو گیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھے اور غار کے پاس پہنچے دیکھا کہ اس کے دھانے پر مکڑی کا جالا ہے آپس میں کہنے لگے اگر اس غار میں ہوتے تو اس کے دھانے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ پیغمبر ﷺ وہاں تین دن تک رہے۔

معمر نے کہا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ مشرکین دارالندوہ میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشورہ کرنے لگے اور اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کی کہ مشرکین کے علاوہ کوئی اور اس مجلس میں نہ آنے پائے۔ لیکن شیطان اہل نجد کے ایک بوڑھے شخص کی شکل میں اس مجلس میں آیا۔ کسی نے کہا اس شخص کے بارے کسی تشویش کی ضرورت نہیں یہ نجدی شخص ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مشاورت کی، ان میں سے ایک نے کہا میرا مشورہ یہ ہے کہ ان کو ایک اونٹ پر سوار کرا دو اور اس اونٹ کو شہر سے باہر بھگا دو۔ شیطان نے کہا، یہ بری تجویز ہے میرے خیال میں۔ ایک آدمی نے تمھارے اندر رہتے ہوئے اتنا فساد پھیلایا ہوا ہے، جب تم اس کو نکال دوگے، کیا وہ فساد پیدا نہیں کرے گا، پھر لوگوں کو اکسا کر تمھارے خلاف جنگ بھی کر سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ شیخ کی بات درست ہے۔

دوسرے شخص نے تجویز دی کہ اس کو ایک کمرے میں بند کر دو، اس کے دروازے کو باہر سے تالا لگا دو یہاں تک وہ وہاں مر جائے۔ شیطان نے کہا یہ بھی غلط تجویز ہے، کیا تمھارے خیال میں اس کی قوم وہاں اسے رہنے دے گی؟ یقیناً ان کو غصہ آئے گا اور وہ اسے باہر نکال دے گی۔ ابو جہل نے تجویز دی

۳۶۔ الانفال: ۳۰

کہ تم ہر قبیلے میں سے ایک آدمی دو، وہ سب تلوار لے لیں اور اس پر ایک ایک وار کریں، لیکن یہ پتہ نہ چلے کہ کس نے قتل کیا ہے تاکہ کسی پر خون بہا بھی نہ آئے۔ شیطان نے کہا یہ بہت اچھی تجویز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ساری بات کی کہانی اپنے پیغمبر ﷺ کو پہنچا دی، پس وہ اور ابوبکرؓ ایک غار کی طرف نکلے جسے غار ثور کہا جاتا تھا اور حضرت علیؓ پیغمبر ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے۔ اب مشرکین نے ساری رات اس تنگہ بانی میں گزار دی کہ گھر میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ نماز کے لیے اٹھے وہ ان کی طرف لپکے لیکن دیکھا وہ تو علیؓ تھے۔ کہنے لگے تمھارا ساتھی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ چناں چہ وہ ان کے نشانات قدم کے پیچھے چلے یہاں تک کہ غار پر پہنچے لیکن کوئی پتہ نہ پاکر انہیں واپس پلٹنا پڑا۔ پیغمبر ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ تین رات وہاں رہے۔

معمر نے کہا کہ زہری نے عروہ سے مروی حدیث میں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ تین راتوں تک وہاں رہے، عبداللہ بن ابی بکرؓ جو تیز طرار نوجوان تھے وہ رات ان کے ساتھ گزارتے اور صبح سے پہلے واپس آجاتے اور صبح کو قریش کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ قریش ان کے خلاف جو بھی منصوبہ بندی کرتے وہ اس کو محفوظ بنا کر رات تک غار میں پہنچا دیتے۔ ابوبکر صدیقؓ کا غلام اور چرواہا عامر بن فہیرہ بکریاں چراتا ہوا رات گئے اس غار تک پہنچتا اور دودھ نکال کر ان کو پلاتا، پھر رات کے ابتدائی حصے میں واپس آجاتا۔ اسی دودھ پر ان کا گزارا ہوتا اور عامر بن فہیرہ ہر رات اسی طرح عمل کرتا اور رات کی تاریکی میں واپس آتا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ نے بنی الدئل جو بنی عبد ابن عدی کی شاخ تھی میں سے ایک شخص کی خدمات راستے کی رہ نمائی کرنے کے لیے حاصل کی تھیں۔ یہ شخص آل عاص بن وائل کا معاہد تھا جو قریش کے دین پر تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ نے اس کی خدمات حاصل کر کے اس کو امان دے دی اور اپنی سواریاں اس کے حوالے کیں اور اس سے وعدہ لیا کہ تین دن کے بعد غار ثور پہنچو گے۔ چناں چہ وعدے کے مطابق تیسری رات کی صبح صبح وہ سواریاں لے کر آیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ غلام عامر بن فہیرہ اور رہبر الدئلی بھی تھے۔ رہبر ان کو لے کر اذاخر کا راستہ اپنایا جو ساحلی راستہ تھا۔

معمر نے زہری سے روایت کی کہ ان کو سراقہ بن جعشم کے بھانجے عبدالرحمن بن مالک المدلجی نے بتایا کہ ان کو ان کے والد نے سراقہ کے حوالے سے بتایا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے پیغام رساں آئے اور کہنے لگے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ میں سے دونوں یا ایک کو قتل کرے یا قید کرے اس کو انعام دیا جائے گا۔ سراقہ کہتے ہیں اس دوران کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا

ہوا تھا ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے باتیں کیں۔ اور کہنے لگا اے سراقہ! میں نے ابھی ابھی آتے ہوئے کچھ لوگوں کو ساحل پر سے جاتے ہوئے دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی ہوں گے۔ سراقہ نے کہا میں نے پہچان لیا کہ وہ وہی ہوں گے۔ لیکن میں نے اس کے سامنے کہا نہیں وہ کوئی اور ہوں گے میرا خیال ہے کہ وہ فلاں اور فلاں ہوں گے۔

سراقہ کہتے ہیں: پھر تھوڑی ہی دیر میں میں مجلس سے اٹھا اپنے گھر گیا، اپنی باندی سے کہا کہ میرا گھوڑا نکال دو وہ توبڑے لٹکائے ہوئے تھا۔ میں نے اپنا نیزہ لیا گھوڑے کو گھر کے پیچھے سے نکالا، زمین پر خط کھینچا اور اپنے نیزے کی نوک کو چھپایا یہاں تک کہ گھوڑے کے پاس آیا۔ اس پر سوار ہوا اور تیزی سے چلایا تاکہ مجھے ان کے قریب پہنچادے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے وجود کو پالیا۔ جب میں ان کے اتنا قریب ہوا کہ وہ میری آواز کو سننے لگے تو میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں اس پر سے گرا۔ پھر میں اٹھا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور اس میں سے کوئی سا ایک تیر نکالا، میں نے قرعہ نکال کر دیکھنا چاہا کہ ان کو نقصان پہنچا سکتا ہوں کہ نہیں۔ پھر میں نے گھوڑے کو دوڑایا تاکہ مجھے ان کے قریب پہنچادے۔ یہاں تک کہ جب میں قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھ رہے تھے، وہ تو پیچھے مڑکر نہیں دیکھ رہے تھے لیکن ابوبکر بار بار مڑکر پیچھے دیکھ رہے تھے۔ تو میرے گھوڑے کے اگلے پیر زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ میں نیچے اترا، گھوڑے کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے اٹھایا، مشکل سے اس کے پیر باہر آئے۔ جب وہ ٹھیک سے کھڑا ہوا تو اس کی ٹاپوں کی جگہ سے دھواں نکلا اور اس سے آسمان تک فضا بھر گئی۔ معمر نے ابو عمرو ابن علاء سے پوچھا کہ عثان کیا ہے؟ تھوڑی دیر وہ خاموش رہا پھر کہا کہ وہ دھواں جو آگ کے بغیر ہو۔

معمر نے کہا، زہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ سراقہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے قرعہ نکالا، قرعہ وہ نکلا جسے میں پسند نہیں کرتا تھا یعنی میں ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر میں نے ان کو امان دینے کی صدا دی تو وہ رک گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں جب ان کے پاس پہنچنے سے بار بار رکاوٹیں محسوس کر رہا تھا تو میرے دل یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ ہی فتح یاب ہوں گے۔ میں نے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا کہ تمہاری قوم نے تمہارے اوپر بڑا انعام رکھا ہے اور میں نے اپنے سفر کی ساری روداد سنا دی کہ لوگ کیا چاہ رہے ہیں؟ پھر میں نے ان کو زاد راہ پیش کی، انہوں نے کوئی چیز نہ لی بس مجھ سے ایک ہی سوال کیا کہ ہمارے سفر کو خفیہ رکھو۔ پھر میں نے درخواست

کی میرے لیے امان کا ایک خط لکھ دیں۔ انہوں نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ کسی چمڑے کے ٹکڑے پر ایک رقعہ لکھ دو، پھر وہ آگے چلے گئے۔

معمر نے زہری سے روایت کی کہ عروہ بن زبیر نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ نے راستے میں حضرت زبیر اور مسلمانوں کے ایک گروہ سے ملاقات کی جو تجارتی قافلے میں شام سے واپس مکہ جا رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کو سفید کپڑے کا جوڑا پیش کیا۔ ادھر مدینے کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکے سے روانگی کے بارے میں سنا تھا وہ روزانہ صبح مدینے سے باہر نکل کر انتظار کرتے، جب دھوپ تیز ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ اسی طرح ایک دن وہ انتظار کرتے کرتے دھوپ کی شدت کی وجہ سے واپس اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ وہ اپنے گھر پہنچے ہی تھے کہ ایک یہودی جو اپنے قلعوں میں سے ایک اونچے قلعے سے دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ رسول اللہ اور ان کے ساتھی سفید لباس پہن کر نمودار ہو رہے ہیں۔ جب گرد و غبار ہٹ گیا تو یہودی نے اونچی آواز میں اعلان کیا کہ اے عرب کے لوگو! تمھاری خوش قسمتی ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگیا ہے۔ مسلمانوں نے جلدی سے اپنا اسلحہ تھاما اور پیغمبر ﷺ سے ملاقات کے لیے دوڑ پڑے۔ جا کر ملاقات کی یہاں تک کہ ان کو شہر کے مضافات تک لے آئے۔ وہ دائیں طرف مڑے اور بنو عمرو ابن عوف کے ہاں اترے۔ وہ دن پیر کا اور مہینہ ربیع الاول کا تھا۔

اترنے کے بعد ابو بکر صدیقؓ لوگوں سے بات چیت کرنے لگے لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش تھے۔ لوگ ملنے کے لیے آنے لگے بعض انصار جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر سمجھنے لگے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ پر جب دھوپ آئی اور ابو بکر صدیقؓ نے قریب آکر اپنی چادر سے ان پر سایہ کیا تو اس وقت لوگوں نے سمجھ لیا کہ پیغمبر یہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی عمرو ابن عوف کے ہاں دس دن سے کچھ اوپر تک ٹھہرے رہے۔ آپ نے وہاں مسجد بنائی جس کی بنیادیں تقوی پر اٹھائی گئی تھیں اور اس میں نمازیں پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور آگے چلے لوگ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ سواری نے آپ کو مدینے میں مسجد نبوی کے پاس اتار دیا۔ آپ نے وہاں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے بنو نجار کے دو یتیم بھائیوں سہل اور سہیل کے کھجوروں کے باغ کا قصد کیا اور فرمایا یہی ہماری منزل ہے ان شاء اللہ۔ پھر آپ ﷺ نے ان یتیم لڑکوں کو بلایا اور ان سے اس باغ کا بھاؤ تاؤ کیا تاکہ اس میں مسجد بنائی جائے۔ ان لڑکوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ

ہم آپ کو ہبہ کرتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے قیمت کے بغیر قبول نہیں فرمایا۔ آپ نے خرید کر اس میں مسجد بنائی، اور آپ ﷺ اپنے کپڑے میں رکھ کر اس مسجد کے لیے اینٹیں لا رہے تھے۔ اور فرمار ہے تھے:

یہ وزن کوئی خیبر کا وزن نہیں ہے
اے پروردگار! یہ نیک اور پاک ہے

اور فرمایا:

اے اللہ! در حقیقت اجر، آخرت ہی کا اجر ہے
تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے کسی کے شعر کو دہرا رہے تھے لیکن اس کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کے علاوہ کبھی کوئی پورا شعر پڑھا ہو۔ اور آپ ﷺ لوگوں کو مسجد کی تعمیر پر ابھار رہے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے ساتھ جنگ کی تو یہ جنگ رسول اللہ اور حبشہ کے مہاجرین کے درمیان رکاوٹ بن گئی یعنی وہ پیغمبر ﷺ کے پاس مدینے نہیں جا سکتے تھے، یہاں تک کہ وہ غزوہ خندق کے زمانے میں آپ سے ملاقات کر سکے۔ اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی تھیں کہ عمر بن خطابؓ ان مسلمانوں کو حبشہ میں رہنے پر عار دلایا کرتے تھے۔ اسماء کے بیان کے مطابق جب یہ بات پیغمبر کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تم وہ لوگ نہیں ہو۔ قرآن کی پہلی آیت جو جہاد سے متعلق نازل ہوئی وہ یہ ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝[۳۷]

ان مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے جن پر ظلم کیا گیا، اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

## غزوے سے پیچھے رہنے والے تین افراد

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابن کعب ابن مالک نے اپنے والد کعب بن مالک کے حوالے سے بتایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدر کے علاوہ تقریباً ہر غزوے

۳۷۔ الحج: ۳۹

میں شریک رہا اور بدر میں شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں تھا۔ بدر میں مسلمان در حقیقت ایک قافلے کو پکڑنے نکلے تھے، اور قریش اپنے قافلے کو بچانے نکلے تھے اس میں ایک غیر ارادی طور پر جنگ ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔

کہتے ہیں کہ میری عمر کی قسم! لوگوں کی نظر میں بدر کی جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کو بہت ہی اہم سمجھا جاتا ہے، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لیلۃ العقبہ میں جب ہم نبی کریم ﷺ کے سامنے اسلام پر قسم اٹھا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اس کے بدلے میں بدر میں شرکت کرتا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی بھی غزوے سے میں غیر حاضر نہیں رہا، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا موقع آیا اور یہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔

نبی کریم ﷺ نے تمام لوگوں کے لیے غزوہ میں جانے اعلان فرمایا، وہ چاہ رہے تھے کہ لوگ پوری طرح تیاری کریں۔ یہ وہ وقت تھا جب سایہ خوش گوار لگتا تھا اور پھل پکے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اس کی خبر کو چھپاتے اور فرماتے کہ جنگ ایک قسم کا دھوکہ ہے۔ لیکن اس جنگ میں نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ لوگ پوری طرح تیاری کریں، اور میں ان دنوں کسی بھی وقت کے مقابلہ میں زیادہ آسودہ حال تھا۔ میرے پاس سواری تھی اور میں جہاد کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتا تھا۔ لیکن اس وقت میرا رجحان سایوں اور عمدہ پھلوں کی طرف ہی ہو کر رہ گیا۔ یہی کیفیت رہی یہاں تک نبی کریم ﷺ صبح کے وقت روانہ ہونے لگے۔ یہ جمعرات کا دن تھا اور آپ ﷺ سفر کے لیے اسی دن کو پسند فرماتے تھے۔ آپ راتوں رات روانہ ہو گئے میں نے سوچا کہ کل بازار سے سامان خریدوں گا، اپنی تیاری کر کے ان کے ساتھ مل جاؤں گا۔ صبح میں بازار گیا لیکن اپنے بعض کاموں کی وجہ سے کچھ مشکل محسوس ہوئی تو واپس لوٹا اور دل میں سوچا کہ کل جاؤں گا۔ یہی کشمکش رہی یہاں تک کہ گناہ نے مجھے گھیر لیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر سے پیچھے رہ گیا۔

اب میں بازاروں میں چلتا اور مدینے کے گرد چکر لگاتا تو یہ بات مجھے غم گین کر دیتی تھی کہ مدینے میں صرف وہ لوگ نظر آتے تو جو نفاق کے گند میں پھنسے ہوئے تھے۔ جو لوگ رہ گئے تھے ان کو یقین تھا کہ وہ پیغمبر ﷺ سے چھپا نہیں سکیں گے کیوں کہ پیچھے رہ جانے والے اسی سے کچھ اوپر لوگ تھے۔ جانے والے لوگ بہت زیادہ تھے اور ان کے نام کسی رجسٹر میں درج نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے تبوک پہنچ کر ہی مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کہ کعب ابن مالک کا کیا ہوا؟ میری قوم کے ایک آدمی نے جواب دیا

کہ شاید اس کی دو چادروں نے اور اپنے آپ کو سنوارنے کی کوشش نے اس کو پیچھے کردیا اے اللہ کے رسول !اس پر معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ آپ نے بری بات کی !ہم نے اس میں خیر ہی دیکھی ہے۔یہ بات چل رہی تھی کہ اچانک ایک نامعلوم شخص پکڑا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابو خیثمہ ہوگا پتہ چلا کہ وہ وہی تھا۔

راوی کا کہنا ہے جب نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کی مہم مکمل کی اور واپس مدینے کے قریب پہنچے تو نبی کریم ﷺ کی ناراضی سے بچنے کے لیے میں کوئی بہانہ تلاش کرنے لگا، اور اس مقصد کے لیے اپنے رشتہ داروں میں صاحب الرائے لوگوں سے مدد لی۔لیکن جب بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کل صبح تشریف لارہے ہیں تو جھوٹ میرے ذہن سے محو ہوگیا اور مجھے یہ خیال ہوا میری نجات سچی بات سے ہی ہوسکتی ہے۔چناں چہ آپ ﷺ چاشت کے وقت مدینے میں داخل ہوئے آپ نے دو رکعتیں نفل کی پڑھ لیں، آپ جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاکر نماز پڑلیتے۔پھر آپ بیٹھ گئے، آپ کے پاس مہم پر نہ جانے والے لوگ ایک ایک ہوکر آنے لگے۔وہ آتے اپنا عذر بیان کرکے قسم کھالیتے، آپ ان کے لیے استغفار کرتے، ان کے ظاہر کو قبول فرماتے اور ان کے باطن کو اللہ پر چھوڑ دیتے۔اسی دوران میں بھی مسجد میں داخل ہوا جب کہ آپ تشریف فرما تھے۔

جب آپ نے مجھے دیکھ لیا تو تبسم فرمایا: لیکن اس تبسم میں غصے کی جھلک عیاں تھی۔میں آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے اپنے لیے سواری خریدی نہیں تھی؟میں نے عرض کیا، بالکل اے اللہ کے نبی !پھر پوچھا کہ پیچھے کیوں رہ گئے؟

میں عرض کیا: خدا کی قسم میرے سامنے آپ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں اپنا عذر بیان کرکے اس کی ناراضی کو دور کردیتا، کیوں کہ مجھے بحث کرنا آتا ہے۔اے اللہ کے نبی !میں جانتا ہوں کہ اگر آج میں آپ کو کوئی خبر دوں جس کے نتیجے میں آپ مجھ سے ناراض بھی ہوں لیکن وہ بات حق ہو، مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے معاف فرمادے گا۔لیکن اگر میں آپ کے سامنے آج کوئی عذر پیش کروں، وہ عذر آپ قبول بھی فرما لیں، لیکن وہ بات جھوٹی ہو ممکن ہے کل اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی اطلاع دیں، اس لیے میں سچی بات ہی بتاؤں گا۔

اے اللہ کے نبی !خدا کی قسم جب میں آپ کے ساتھ سفر سے پیچھے رہ گیا، میں اس وقت سے زیادہ آسودہ حال اور ہلکا پھلکا زندگی میں کبھی نہیں رہا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بات سچی کی ہے، اگر بات

یہی ہے تو آپ جائیں اور انتظار کریں کہ اللہ کیا فیصلہ فرماتا ہے۔ میں اٹھ کر جانے لگا اور میری قوم کے بعض لوگ میرے پیچھے آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس سے پہلے کوئی بڑا گناہ کرتے ہوئے تجھے نہیں دیکھا۔ تم نے نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی عذر پیش کیوں نہیں کیا کہ وہ راضی ہو جاتے اور پھر تمھارے گناہ پر ان کا استغفار ہوتا؟ تم نے اپنے آپ کو ایسی صورت حال میں ڈال دیا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ کیا فیصلہ کیا جائے گا۔

وہ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں واپس جاؤں اور اپنے نفس کی تکذیب کروں، لیکن پھر میں نے پوچھا کہ کیا کسی اور نے بھی ایسی بات کی ہے جو میں نے کی؟ لوگوں نے کہا ہاں، ہلال ابن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ نے بھی یہی بات کی ہے۔ ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا جو نیک تھے اور بدر میں شریک تھے اور میرے لیے ان کے عمل میں مثال پوشیدہ تھی۔ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں واپس نہیں جاؤں گا اور اپنی بات کی تکذیب نہیں کرونگا۔

کہتے ہیں کہ اب رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے لوگوں کو منع فرمایا۔ میں بازار میں نکلتا کوئی بھی مجھ سے بات نہ کرتا، لوگ ہمارے لیے اجنبی ہو گئے ایسے کہ ہم ان کو جانتے ہی نہ ہوں۔ مدینے کے در و دیوار ہمارے لیے اجنبی ہو گئے گویا کہ ہم ان سے مانوس نہیں ہیں۔ زمین ہمیں اجنبی لگنے لگی گویا کہ ہم کبھی اس سے آشنا نہیں رہے۔ میں ان تین میں سے مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ میں بازاروں میں نکلتا، مسجد میں آتا، نبی کریم ﷺ کے پاس آتا سلام عرض کرتا اور دیکھتا کہ کیا آپ جواب کے لیے ہونٹوں کو حرکت دیتے ہیں؟ جب میں نماز پڑھتا تو ایک ستون کی طرف منہ کر کے پڑھتا۔ جب میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ ﷺ کنکھیوں سے میرے طرف نظر فرماتے اور جب میں ان کی طرف دیکھنے لگتا تو آپ فوراً نظر ہٹا لیتے۔ میرے دو ساتھی سخت کوفت میں مبتلا ہو گئے وہ رات دن روتے رہتے اور ہمیشہ سر جھکا کے رکھتے تھے۔

اسی دوران میں ایک دن بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نصرانی جو مارکیٹ میں غلہ فروخت کرنے کیلیے آیا تھا وہ کہہ رہا تھا مجھے کعب ابن مالک سے کون ملائے گا؟ کہتے ہیں کہ لوگوں نے میری اشارہ کر کے اسے بتایا تو وہ میرے پاس آیا اور مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا جس میں لکھا ہوا تھا۔ امابعد: مجھے پتہ چلا ہے کہ تمھارے آقا نے تم پر بہت سختی کی ہے اور تمہیں اپنے سے دور کیا ہے۔ تمہیں خسارے اور رسوائی کے گھر میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے تم آؤ ہمارے ساتھ ملو ہم تمھاری ہر ضرورت پوری کریں گے۔

کہتے ہیں کہ میں نے سوچا، یہ آفت اور مصیبت کی ایک اور صورت سامنے آگئی ہے چناں چہ وہ خط میں نے تندور میں ڈال کر جلا دیا۔

جب چالیس دن گزر گئے تو پیغمبر ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ تم اپنی بیوی سے دور رہو۔ میں نے پوچھا کیا اسے طلاق دے دوں؟ کہنے لگا نہیں لیکن اس کے قریب مت جانا۔ کہتے ہیں پھر ہلال ابن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہلال ابن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کم زور شخص ہیں کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں؟ آپ ﷺ نے اجازت دی لیکن فرمایا کہ وہ تمھارے قریب نہ آئے۔ کہنے لگی اے اللہ کے نبی! واللہ اس میں حرکت نام کی چیز نہیں، اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے وہ بس رات دن سر جھکا کے روتے ہی رہتے ہیں۔

کعبؓ کہتے ہیں جب ہم پر آزمائش طویل ہوگئی تو ایک دن میں بڑی مشکل سے اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے پاس اس کے باغ میں گیا، میں نے سلام کیا لیکن اس نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا اے ابوقتادہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش ہوگیا۔ پھر میں نے وہی بات دہرائی کہ اے ابوقتادہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش ہوگیا۔ پھر تیسری مرتبہ میں نے وہی بات دہرائی کہ اے ابوقتادہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ کہنے لگا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ کہتے ہیں اب مجھ سے رہا نہ گیا اور میں رونے لگ گیا اور باغ سے باہر نکل گیا۔

جب بات چیت سے منع کرنے کے پچاس دن گزر گئے تو ایک دن فجر کی نماز میں نے اپنے گھر کی چھت پر پڑھی پھر وہیں بیٹھ گیا اس وقت میری کیفیت یہ تھی جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا: [اور زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اپنی کشادگی کے اور ان کی جانیں ان کے لیے مشکل ہوگئیں] کہ اچانک میں نے ذروۂ سلع پہاڑی کی طرف سے ایک منادی کی آواز سنی، کہ خوش خبری ہو تمہیں اے کعب ابن مالک! میں سجدے میں گر گیا، میں سمجھ گیا کہ اللہ کی طرف سے کوئی کشادگی آئی ہے۔ پھر ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر مجھے خوشخبری دینے آیا، جس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے تیز تھی۔ میں نے اپنے پہنے ہوئے کپڑے خوش خبری لانے والے ہدیہ کیا اور دوسرے کپڑے پہن لیے۔

کہتے ہیں کہ ہماری توبہ نبی کریم ﷺ پر رات کے آخر پہر میں نازل ہوئی تھی، اس وقت ام سلمہؓ کہنے لگیں یا رسول اللہ! کیا ہم کعب بن مالکؓ کو خوش خبری نہ دیں؟ تو آپؐ نے فرمایا، پھر لوگ تمہارے پاس امڈ آئیں گے اور ساری رات سونے نہیں دیں گے۔ کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ میرے اوپر شفقت کرتی تھیں اور میرے معاملہ میں وہ بھی غمگین تھیں۔

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ان کے اردگرد مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا چہرہ ایسا چمک رہا تھا جیسے چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ جب کسی معاملے میں آپ ﷺ زیادہ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ کھل اٹھتا۔ میں آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا تم کو خوش خبری ہو اے کعب! ایک ایسے دن کی جو تم پر ماں سے پیدا ہونے کے بعد آج ہی آیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں، اللہ کی طرف سے ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الى انه هو التواب الرحيم O[۳۸]

تحقیق اللہ نے توبہ قبول کی نبی کی، مہاجرین اور انصار کی، یہاں تک کہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے ہی متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ O[۳۹]

اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

کہتے ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میری توبہ کا تقاضا ہے کہ آئندہ کبھی سچ کے علاوہ کوئی بات نہیں کرونگا۔ اور دوسرا یہ کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کے نام پر صدقہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال کے کچھ حصے کو اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، پھر میں اس حصے کو اپنے پاس باقی رکھتا ہوں جو خیبر سے ملا ہے۔

کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد اللہ کی نعمتوں میں سے اس نعمت کو میں عظیم تر سمجھتا ہوں جب میں اور میرے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولا تھا۔ اگر ہم جھوٹ بولتے جیسا کہ لوگوں نے

---

۳۸۔ التوبہ: ۱۱۷۔۱۱۸

۳۹۔ ایضا: ۱۱۹

بولا تو ہم تباہ ہو جاتے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ سچ بولنے پر اللہ کسی اور کو اتنا نہیں آزمایا ہوگا جتنا مجھے آزمایا گیا۔ اس واقعے کے بعد کبھی جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کی اور اللہ سے امید ہے کہ باقی زندگی میں اللہ میری حفاظت فرمائے گا۔ زہری کہتے ہیں یہاں تک کعب ابن مالک کی گفت گو مکمل ہوگئی۔

## جو لوگ نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں نہیں گئے

عبدالرزاق، معمر سے وہ قتادہ اور علی ابن زید بن جدعان سے، ان دونوں نے سعید ابن المسیب سے سنا، کہ ان کو سعد بن ابی وقاصؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک کے لیے نکلنے لگے تو مدینے میں اپنا نائب علی ابن ابی طالبؓ کو بنایا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بات پسند نہیں کہ آپ کسی مہم کیلیے نکلیں اور میں آپ کے ساتھ نہ ہوں۔ فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کی طرح تم میری نیابت کرلو، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

معمر نے کہا کہ زہری نے مجھے بتایا کہ ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا کہ خدا کی قسم میں اپنے نفس کو آزاد نہیں کروں گا اور نہ کوئی چیز کھاؤں گا اور نہ پیوں گا جب تک کہ میں مرجاؤں یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالیں۔ وہ سات دن تک اسی طرح رہے جس میں کسی بھی قسم کے کھانے اور پینے کو منہ نہیں لگایا یہاں تک کہ بے ہوش ہوکر گر گئے۔ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور ان سے کہا گیا ابولبابہ تمھاری توبہ قبول ہوگئی۔

ابولبابہ کہنے لگے خدا کی قسم میں اس وقت تک اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے مجھے نہیں کھولیں گے۔ پس نبی ﷺ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کی رسی کھول دی۔ پھر ابولبابہ نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی توبہ کے ساتھ یہ قسم کھائی ہے کہ اپنی قوم کے درمیان جس گھر میں مجھ سے اس گناہ کا صدور ہوا ہے اس کو پورا میں خالی کردوں اور اسے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر دے دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابولبابہ! ایک تہائی مال کا صدقہ تمھارے لیے بہت ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ابن کعب ابن مالک نے ان کو بتایا کہ وہ پہلا معاملہ جس میں ابولبابہ پر ڈانٹ پڑی، ان کے اور ایک یتیم کے درمیان ایک باغ کا جھگڑا تھا۔ یہ

تنازعہ وہ پیغمبر ﷺ کے پاس لے گئے۔ پیغمبر ﷺ نے اس کا فیصلہ ابولبابہ کے حق میں دیا تو یتیم رونے لگا، نبی کریم ﷺ نے ابولبابہ سے فرمایا کہ وہ اس کے لیے چھوڑ دے۔ ابولبابہ نے انکار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا باغ تیم کے لیے چھوڑ دو تمھارے لیے جنت میں باغ ہوگا۔ ابولبابہؓ نے پھر بھی انکار کیا۔ ابن الدحداحہ، ابولبابہ کے پاس گئے اور اس باغ کے بدلے دو باغوں کی پیشکش کی تو ابولبابہ نے ہاں میں جواب دیا۔ ابن الدحداحہ پیغمبر ﷺ کے پاس گئے اور پوچھا یا رسول اللہ! اگر یہ باغ میں اس یتیم کو دے دوں کیا اس کے بدلے جنت میں میرا باغ ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور۔ چناں چہ ابن الدحداحہ نے وہ باغ یتیم کو دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جنت میں کتنے ہی پھلوں سے لدے ہوئے باغ ابن الدحداحہ کا انتظار کر رہے ہیں!

راوی کا کہنا ہے کہ ابولبابہ نے ہی اشارہ کر کے بنو قریظہ کو اطلاع دی تھی کہ ان کو ذبح کیا جانے والا ہے، جب وہ سعد ابن معاذؓ کے فیصلے پر راضی ہو گئے تھے۔ اور وہ غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

## اوس اور خزرج کا قصہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے اور وہ عبدالرحمن بن کعب ابن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو فضل فرمایا ان میں سے ایک انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج تھے۔ وہ اسلام میں ہمیشہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے جیسے دو سانڈ ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہوں۔ جب بھی اوس کوئی کام کرتے تو خزرج کہتے خدا کی قسم اسلام کے فضائل میں وہ ہم سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے، اور جب خزرج کوئی کام کرتے تو اوس والے بھی یہی کہتے۔

جب اوس کے لوگوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تو خزرج کے لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہم اس وقت تک اطمینان سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ہم بھی رسول اللہ ﷺ کو کوئی تسکین نہیں پہنچائیں گے جیسا کہ اوس والوں نے پہنچائی ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہود کے کسی اثر ورسوخ والے آدمی کو ہم بھی ٹھکانے لگائیں گے۔ چناں چہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سلام بن ابی الحقیق الاعور ابورافع کو جو خیبر کا رہنے والا تھا قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی اور ساتھ فرمایا کہ کسی عورت یا بچے کو قتل نہیں کرنا۔ چناں چہ وہ ایک گروپ کی شکل میں مہم پر روانہ ہوئے ان

کی کمان عبداللہ بن عتیک کر رہے تھے جن کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔ ان کے علاوہ عبداللہ بن انیس، مسعود بن سنان، ابوقتادہ، خزاعی بن اسود، بنو اسلم کا ایک آدمی جو ان کا حلیف تھا اور ایک اور آدمی جس کو فلاں بنو سلمہ کہا جاتا تھا اس مہم میں شریک تھے۔

یہ لوگ نکل کر خیبر پہنچے، جب علاقے سے گزرنے لگے تو ہر گھر کے دروازے پر گئے، اور اس کو باہر سے کنڈا لگا کر بند کر دیا تاکہ کوئی باہر نہ آسکے۔ پھر اپنے ٹارگٹ کی طرف بڑھے اور اوپر کی منزل کی طرف چڑھے یہاں تک کہ اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کی بیوی نکلی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب دیا کہ ہم عرب کے بدو ہیں کھانا مانگ رہے ہیں۔ اس عورت نے کہا کہ مرد یہ ہے اس کے پاس جاؤ۔ جب یہ لوگ اندر داخل ہوئے تو دروازے کو پیچھے سے کنڈا لگا کر بند کر دیا پھر اپنی تلواروں کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ ایک بتانے والے نے بتایا کہ خدا کی قسم رات کی تاریکی میں اس کی دھندلی سی سفیدی کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ گویا کہ قبطی چادر زمین پر پڑی ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کی بیوی ہم پر چلانے لگی، ہم میں سے ایک آدمی نے اپنی تلوار نکالی تاکہ اس کا کام تمام کر دے پھر پیغمبر ﷺ کی طرف سے عورت کے قتل سے اجتناب کا حکم یاد آیا، اگر یہ بات نہ ہوتی اس رات اس کا کام ہو جاتا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھی عبداللہ بن انیس نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی جو آر پار ہو گئی وہ چلانے لگا ہائے میرا پیٹ ہائے میرا پیٹ! پھر ہم نکل گئے، عبداللہ عتیک کی نظر ذرا کم زور تھی وہ ٹھوکر کھا کے گر گئے اور ان کی ٹانگ کو چوٹ لگی۔ بہر حال ہم اتر گئے اور عبداللہ بن عتیک کو بھی اتار دیا اور وہاں سے ہم چل نکلے اور ایک چشمے سے نکلنے والی نہر کے پاس آکر ٹھہرے۔ راوی کا بیان ہے، اتنے میں آگ جلائی گئی اور کھجور کی ٹہنیوں پر آگ سلگا کر روشنی کر کے ہمیں تلاش کرنے لگے، لیکن اللہ نے ہمارا مقام ان سے مخفی کر دیا پھر وہ واپس چلے گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ بعض ساتھیوں نے کہا کہ کیا ہم چلے جائیں جب کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ کا دشمن مر گیا یا زندہ ہے؟ ہم میں سے ایک شخص گیا اور وہاں کے مقامی لوگوں میں مل گیا اور ان کے ساتھ اس گھر میں چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ مقتول کی بیوی سر جھکا کر بیٹھی ہے اس کے ہاتھ میں روشنی ہے اور چاروں طرف یہودی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کسی نے کہا کہ میں نے ابن عتیک کی آواز سنی تھی پھر میں نے اپنے نفس کو جھٹلایا کہ اس وقت ابن عتیک یہاں کہاں ہو گا؟ مقتول کی بیوی نے کچھ بڑبڑایا پھر اپنا سر اٹھا کہنے لگی یہود کے معبود کی قسم وہ چلا گیا یعنی مر گیا! راوی کا کہنا ہے کہ یہ کلمہ سن اتنا مزہ آیا کہ ایسا کبھی نہیں آیا تھا۔ پھر

میں وہاں سے نکلا اپنے ساتھیوں کو خبر دی کہ دشمن مرگیا ہے۔ ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ لوگ جمعہ کے دن واپس آئے جب کہ نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا یہ لوگ کام یاب ہو گئے۔

## واقعہ افک

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، زہری نے بتایا کہ مجھے سعید ابن المسیب، عروہ بن زبیر، علقمہ بن وقاص، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حضرت عائشہؓ سے متعلق روایت بیان کی کہ جب بہتان لگانے والوں نے ان کے بارے میں باتیں کیں۔ زہری کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو بری کر دیا، ان سب لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے واقعے سے متعلق کچھ نا کچھ حصہ بیان کر دیا۔ ان میں سے بعض کو یہ واقعہ زیادہ یاد تھا۔ میں نے یہ واقعہ ان سب سے سنا ہے جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان راویوں نے ذکر کیا کہ حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کی زوجہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اس بات کے لیے قرعہ اندازی کی جاتی تھی کہ کونسی زوجہ کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں گے؟ قرعے میں جس کا نام نکل آتا آپ اس زوجہ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک غزوے کے موقع پر قرعہ اندازی کی گئی تو میرا نام نکل آیا، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر گئی اور یہ وہ موقع تھا کہ حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ میں ہودج میں بیٹھ کر سفر رہی تھی اسی میں مجھے اٹھایا جاتا اور اسی میں مجھے اتارا جاتا۔ چناں چہ ہم چلے غزوہ مکمل ہوا اور واپسی کا سفر شروع ہوا، پیغمبر ﷺ واپس مدینے تشریف لانے لگے۔ ابھی ہم مدینے کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے کہ ایک رات روانگی کی تیاری کا اعلان ہوا ابھی میں کھڑی ہی تھی کہ روانگی ہونے لگی۔ میں اپنی ضرورت کے لیے لشکر سے باہر نکلی، ضرورت پوری کر کے جب واپس اپنی سواری کے پاس آئی اور اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو محسوس ہوا کہ میرا ہار جو ظفار کے موتیوں سے بنا ہوا تھا کہیں ٹوٹ کر گرا ہے۔ میں واپس ڈھونڈنے گئی جس میں کچھ وقت لگا، اس دوران وہ گروہ جس کے ذمہ میرے ہودج کو اٹھانے اور رکھنے کی ذمے داری تھی آیا، انہوں نے ہودج کو اٹھایا اور میری سواری رکھا جس پر میں سوار تھی، کیوں کہ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ میں اندر بیٹھی ہوئی ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں کہ ان دنوں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، ان پر گوشت تہ بہ تہ چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ وہ بہت کم کھانا کھایا کرتی تھیں۔ تو چلتے وقت ہودج کے وزن سے لوگوں کو اندازہ نہیں ہوسکا اور انہوں نے اسے اٹھا کے سواری پر رکھ دیا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی، چناں چہ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چلا دیا۔ مجھے میرا ہار جب ملا جب لشکر کوچ کر چکا تھا، جب میں واپس لشکر کی جگہ پر آئی تو کوئی بلانے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا۔ میں اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں میں پہلے تھی کیوں کہ مجھے گمان تھا کہ لوگ مجھے نہ پاکر واپس میری طرف لوٹ آئیں گے۔ اسی دوران کہ میں اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میری آنکھ لگ گئی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ صفوان بن معطل السلمی ثم ذکوانی کی ذمے داری تھی کہ لشکر کے پیچھے چلتے اور رات کے آخری حصے یا روشنی میں لشکر گاہ سے گزرتے۔ صبح کے وقت وہ میرے قریب سے گزرے تو کسی سوئے ہوئے انسان کے وجود کو دیکھا تو قریب آئے اور قریب آکر مجھے پہچان لیا، کیوں کہ اس نے مجھے حجاب کے حکم سے پہلے دیکھا تھا۔ اس کے انا للہ پڑھنے پر میں جاگ گئی اور چادر سے اپنے چہرے کا پردہ کیا۔ خدا کی قسم اس کے انا للہ پڑھنے کے بعد میں نے کوئی کلمہ اس کے منہ سے نہیں سنا اور نہ اس نے کوئی کلمہ اپنے منہ سے ادا کیا یہاں تک کہ اس نے سواری کو میرے سامنے بٹھا دیا اور اس کے گھٹنے کو پکڑ لیا، میں اس پر سوار ہوئی۔ اب وہ سواری کی لگام پکڑ کر آگے چلتا رہا یہاں تک ہم لشکر کے ساتھ شامل ہوگئے جب لشکر نے دوپہر کی گرمی سے بچنے کے لیے پڑاؤ کیا تھا۔

بس اب جس کو ہلاک ہونا تھا وہ میرے معاملے میں ہلاک ہوا، اس سلسلے میں جس شخص نے بڑے جوش سے حصہ لیا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ مدینے پہنچ کر میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگ جھوٹی افواہوں میں غوطہ زن رہے، لیکن اس بارے میں مجھے معلوم ہی نہیں تھا البتہ بیماری کے دوران رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور لطف و عنایت کا نہ ہونا میرے دکھوں میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔

ان دنوں رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوتے سلام کرتے اور بس اتنا کہتے کہ کیا حال ہے تمھارا؟

پیغمبر ﷺ کا یہ رویہ مجھے شک میں ڈال رہا تھا، لیکن اس شر کے بارے میں مجھے معلوم ہی نہ تھا، یہاں تک کچھ افاقہ ہونے پر میں ایک روز ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کی جگہ کی طرف نکلی، کیوں کہ عورتیں رات کے وقت ہی فراغت کے لیے نکلا کرتی تھیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ابھی ہمارے گھروں کے قریب قضائے حاجت کا انتظام نہیں ہوا کرتا تھا۔ چناں چہ میں ام مسطح کے ساتھ نکلی جو ابورھم بن عبدالمطلب کی بیٹی تھی، اور اس کی ماں ریطہ بنت صخر بن عامر تھی، جو ابوبکر کی خالہ تھیں، اور ان کا بیٹا مسطح

بن اثاثہ بن عبد المطلب بن عبد مناف تھا۔ ابورھم کی بیٹی اور میں ضرورت سے فراغت کے بعد واپس آرہے تھے کہ اچانک اس کا پاؤں اس کی چادر میں الجھ گیا اور کہنے لگی کہ مسطح ہلاک ہوجائے۔

میں نے اس سے کہا بری بات کہی ہے تم نے، تم ایسے آدمی کو گالی دیتی ہو جو بدر میں شریک ہوا۔

کہنے لگی: ناسمجھ لڑکی کیا تم نے سنا ہے اس نے کیا بات کی ہے؟ میں نے پوچھا کیا بات کی ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت مجھے اہل افک کے جھوٹ کے بارے میں بتایا۔ یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہوا۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، سلام کیا پھر پوچھا کیا حال ہے تمھارا؟ میں نے کہا مجھے اجازت ہو تو میں اپنے میکے چلی جاؤں؟

فرماتی ہیں کہ اس وقت میں یہ چاہ رہی تھی کہ اس خبر کی تصدیق اپنے والدین سے کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اپنے میکے آگئی۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا ماں! لوگ کیا بات کر رہے ہیں؟ میری ماں نے جواب دیا کہ بیٹی! گھبراؤ نہیں، بسا اوقات کوئی مرد اپنی بیوی سے حد سے زیادہ محبت کرے اور اس کی سوکنیں ہوں تو وہ یہ باتیں پھیلاتی ہیں۔ میں نے پوچھا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں؟ ماں نے کہا: ہاں۔

فرماتی ہیں کہ میں اس پوری رات روتی رہی میرے آنسو تھمتے نہیں تھے، اور میں نے نیند کا سرمہ تک نہیں لگا اور میں نے روتے ہوئے صبح کی۔ ادھر جب وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالبؓ اور اسامہ بن زید کو بلایا اور ان سے اپنے اہل کو جدا کرنے کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسامہ نے مشورہ میں رسول اللہ ﷺ کے اہل کی پاک دامنی اور پیغمبرؐ کی اپنے اہل کے ساتھ دلی محبت کو سامنے رکھتے ہوئے دیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ آپ کے اہل ہیں ہم نے ان سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن علیؓ نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی، عورتیں ان کے علاوہ بھی بہت ہیں۔ اگر آپ عائشہؓ کی باندی سے پوچھیں تو وہ سچی بات بتادے گی۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہؓ کو بلایا اور اس سے پوچھا اے بریرہ! کیا تم نے کبھی عائشہ کے معاملے میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو شک پیدا کرنے والی ہو۔ بریرہ کہنے لگی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے میں نے کوئی ایسی بات ان میں نہیں دیکھی، سوائے اس کے کہ وہ ایک کم عمر لڑکی ہے، جس کی وجہ سے وہ لاپروائی زیادہ برتتی ہے۔ آٹا گوندھ کے رکھا ہوا ہوتا ہے وہ سو جاتی ہے اور بکری آکے کر آٹا کھا جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کو عذر بیان فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ اے مسلمانوں کی جماعت! کون میری طرف سے ایسے شخص کے خلاف کاروائی کرے گا جس کی تکلیف میرے اہل خانہ کو پہنچی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنے گھر والوں میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہے، میرے اہل کے پاس جو آیا میرے ساتھ ہی آیا ہے۔

سعد بن معاذ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں آپ کی طرف سے ایکشن لوں گا۔ اگر اس شخص کا تعلق اوس سے ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر اس کا تعلق ہمارے بھائی خزرج سے ہو تو آپ ہمیں حکم کیجیے ہم عمل کریں گے۔ پھر سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے جو خزرج کے سردار تھے اور نیک آدمی تھے، لیکن سعد بن معاذؓ کی اس بات کو جاہلیت پر محمول کیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم تم نہ اس کو قتل کر سکتے ہو اور نہ اس کے قتل پر قادر ہو۔ اتنے میں اسید بن حضیرؓ کھڑے ہوئے جو سعد بن معاذؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ انہوں نے سعد بن عبادہ کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم ہم اس شخص کو قتل کریں گے! تم منافق ہو کیوں کہ منافق کی طرف داری کر رہے ہو۔

دونوں قبیلے اوس و خزرج جوش میں آئے یہاں تک کہ لڑائی کی نوبت آنے لگی، جب کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے اور بار بار ان کو خاموش کرا رہے تھے، بالآخر سب خاموش ہو گئے اور پیغمبر ﷺ خود بھی خاموش ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس دن میں اپنے گھر پر رہی۔ میرے آنسو خشک ہو گئے تھے اور نیند آنکھوں سے غائب تھی۔ میرے والدین کو خدشہ ہو رہا تھا کہ زیادہ رونا جگر کو تباہ کر سکتا ہے۔ اسی دوران جب میں رو رہی تھی اور میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت نے آنے کی اجازت چاہی، میں نے اسے اجازت دی، وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ یہی کیفیت چل رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب سے یہ افواہ پھیلی تھی آپ میرے پاس کبھی بیٹھے نہیں تھے اور یہ مہینے بھر کا عرصہ ہوگا، اس میں آپ پر وحی بھی نہیں آئی تھی۔ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے بیٹھتے کے ساتھ کلمہ تشہد پڑھا اور فرمایا اے عائشہ! مجھے تمھارے بارے میں ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عن قریب اللہ تعالیٰ تمھاری صفائی بیان فرمائیں گے۔ اگر تم کسی گناہ میں ملوث ہو چکی ہو تو اللہ سے استغفار کرو اور توبہ کرو، کیوں کہ جب بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ سے معافی مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ

نے اپنی بات پوری فرمائی تو میرے آنسو خشک ہو گئے تھے، یہاں تک کہ مجھے لگا کہ کوئی قطرہ باقی نہیں رہا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجیے، وہ کہنے لگے خدا کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا بات کروں؟ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ جواب دیجیے تو ماں نے بھی وہی بات کہی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر نے کہا جب کہ میں ابھی چھوٹی عمر کی لڑکی تھی اور قرآن کریم میں سے کچھ زیادہ نہیں پڑھا تھا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ اس معاملے میں جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ آپ کے دل میں بیٹھ گیا ہے اور آپ اس کو سچا سمجھتے ہیں۔ اب اگر میں تم سے کہوں کہ میں اس الزام سے بری ہوں، اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، لیکن آپ میری تصدیق نہیں کریں گے۔ اور اگر میں گناہ کا اعتراف کروں حال آں کہ اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، تو آپ اس کی تصدیق کریں گے۔ میں اپنے آپ کی اور آپ کے درمیان اس معاملے کو ایسا ہی خیال کرتی ہوں جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا، جسے قرآن کے ذکر کیا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ (۴۰)

پس صبر کرنا ہی اچھا ہے، اور اللہ ہی سے میں مدد طلب کرتا ہوں اس بات کے بارے میں جو تم بیان کرتے ہو۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر میں پلٹ کر بستر پر لیٹ گئی۔ اور خدا کی قسم اس وقت مجھے یقین تھا کہ میں اس الزام سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت بیان کریں گے، لیکن خدا کی قسم مجھے یہ بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل کریں گے جو تلاوت کی جائے گی۔ میرے دل میں میری حیثیت کم تر تھی اس بات سے کہ اللہ میرے بارے میں گفت گو فرمائیں گے۔ میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی خواب نظر آئے گا، جس میں میری برأت ہوگی۔ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم ابھی رسول اللہ ﷺ اپنے جگہ سے ہٹے نہیں تھے اور گھر والے بھی اپنی جگہ پر موجود تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے وقت ہوا کرتی اور نزول وحی کے ثقل کی وجہ سے آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے، حال

---

۴۰۔ یوسف:۱۸

آں کہ یہ سردی کا موسم تھا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ خوشی سے کھل اٹھے اور پہلا کلمہ جو آپ نے زبان مبارک سے ادا فرمایا "خوش خبری ہو اے عائشہ" اللہ نے تمھاری برأت نازل کر دی ہے۔ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ تم ان کے لیے کھڑی ہو جاؤ۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں ان کے لیے نہیں کھڑی ہوں گی میں تو اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں، جس نے میری برأت نازل فرمائی ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ (۴۱)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا، تمہیں میں سے ایک گروہ تھا۔

یہ کل دس آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری براءت کے لیے نازل فرمائیں۔ کہتی ہیں کہ پھر ابو بکرؓ نے کہا جو مسطح سے رشتے داری اور اس کی غربت کی وجہ سے مالی تعاون کیا کرتے تھے، خدا کی قسم آئندہ اس شخص کے ساتھ تعاون نہیں کروں گا، جس نے عائشہ سے متعلق یہ باتیں کی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ (۴۲)

تم میں سے مال اور وسعت والوں کو اپنے رشتہ داروں پر خرچ نہ کرنے کی قسم نہیں کھانی چاہیے۔

اور فرمایا:

أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (۴۳)

کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھاری مغفرت کر دے۔

ان آیات کے نزول پر ابو بکر کہنے لگے: خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمادے۔ پھر انہوں نے مسطح پر جو خرچ کرتے تھے اسے جاری کر دیا اور فرمایا کہ اس انفاق کو کبھی ختم نہیں کروں گا۔

---

۴۱۔ النور: ۸

۴۲۔ النور: ۲۲

۴۳۔ النور: ۲۲

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ زینب بنت جحشؓ سے میرے متعلق پوچھا کہ تم عائشہ کے بارے میں کیا سمجھتی ہو؟ اور تم نے اس کو کیسا دیکھا ہے؟ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ اس بارے میں، میں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو محفوظ رکھا، اور خدا کی قسم میں نے اس میں خیر ہی دیکھی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں زینب بن جحشؓ میری سخت مخالف تھیں، لیکن اللہ نے ان کے دل کو ورع کے ساتھ محفوظ فرمایا۔ لیکن اس کی بہن حمنہ بنت جحشؓ اس کی طرف داری میں لڑتی رہتی تھی۔ پس اللہ نے جسے ہلاک کرنا چاہا، ہلاک کر دیا۔

زہری کہتے ہیں کہ اس گروہ کے بارے میں واقعات یہاں اپنے اختتام کو پہنچے۔

عبدالرزاق، ابن ابی یحیٰ سے وہ عبداللہ بن ابی بکر سے وہ عمرہ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی براَت نازل فرمائی تو نبی کریم ﷺ نے اس جماعت کو حد لگائی، جو ان افواہوں کے پھیلانے میں ملوث تھی۔ عبدالرزاق، معمر سے اور زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حد لگائی تھی۔

## اصحاب اخدود کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ ثابت البنائی سے وہ عبدالرحمن بن ابی لیلی سے اور وہ صہیبؓ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز عصر پڑھتے تو اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے گویا کہ وہ کچھ ارشاد فرما رہے ہیں، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! جب آپ عصر کی نماز ادا کرتے ہیں تو آہستہ سے کچھ پڑھتے ہیں یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ایک واقعہ سنایا کہ انبیائے کرامؑ میں سے ایک نبی کو اپنی امت کے بار بار انکار اور عذاب طلب کرنے کی روش پر تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ کب ان کو مزہ چکھائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو اختیار دے دیں اس بات میں کہ میں خود ان سے انتقام لوں یا ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دوں؟ ان لوگوں نے اللہ کے انتقام کو ترجیح دی، چناں چہ ان پر موت طاری کی گئی اور ایک ہی دن میں ان کے ستر ہزار آدمی مر گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ یہ واقعہ بیان فرماتے تو اس کے ساتھ ایک اور عجیب و غریب واقعہ بیان کرتے۔ فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا جس کا ایک کاہن ہوا کرتا تھا، یہ کاہن بادشاہ کو غیب کی عجیب عجیب خبریں بتا دیتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کاہن نے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ اپنی سلطنت میں کوئی ذہین و

فطین لڑکا تلاش کیجیے کہ میں اپنا علم اس کو منتقل کردوں، ورنہ میرے مرنے کے بعد میرے ساتھ میرا علم بھی دفن ہوگا اور کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا جو میرا کہانت کا علم جانتا ہو۔ چناں چہ ان ہی اوصاف کا مالک ایک لڑکا ڈھونڈا گیا، اس کو حکم دیا گیا کہ وہ روز کاہن کے پاس جایا کرے اور اس کا التزام رکھے تاکہ کاہن کا علم حاصل کرسکے۔

فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کے کاہن کی طرف جانے والے راستے پر ایک گرجا تھا جس میں ایک راہب رہتا تھا۔ معمر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس گرجے میں رہنے والے لوگ مسلمان ہوتے ہوں گے۔ بہ ہر حال یہ لڑکا جب بھی وہاں سے گزرتا تو اس راہب کے پاس جاتا اور اس سے سوالات پوچھا کرتا تھا اور راہب لڑکے کے سوالوں کا جواب دیتا تھا۔ راہب نے لڑکے کو بتایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ لڑکے کی دلچسپی بڑھی تو راہب کے پاس کچھ دیر ٹھہرتا اور پھر کاہن کے پاس جاتا۔ اس سے کاہن کے پاس پہنچنے میں دیر لگ جاتی۔ فرمایا کہ کاہن نے لڑکے کے والدین کے پاس پیغام بھیجا کہ تمھارا لڑکا میرے پاس کم ہی آتا ہے۔ یہ بات لڑکے نے راہب کو بتائی کہ میرے سامنے یہ رکاوٹ ہے۔ راہب نے لڑکے کو ایک طریقہ سمجھایا کہ اگر کاہن پوچھے کہ ابھی تک تم کہاں تھے؟ تو بولو میں اپنے گھر میں تھا اور اگر گھر والے پوچھیں کہ اتنی دیر تک کہاں تھے؟ تو بولو میں کاہن کے پاس تھا۔

فرماتے ہیں کہ لڑکا اسی طریقہ پر چل رہا تھا کہ ایک دن راستے میں دیکھا کہ لوگوں کی بڑی تعداد ہے جن کو کسی جنگلی جانور نے روک کر رکھا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ یہ شیر تھا، بہ ہر حال اس لڑکے ایک پتھر لیا اور بولا اے اللہ اگر وہ بات حق ہے جو راہب کہتا ہے تو اس پتھر سے جانور کو قتل کردے اور اگر وہ بات حق ہے جو کاہن کہتا ہے تو پتھر سے اس جانور کو قتل نہ کر۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا تو جانور مرگیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس نے اسے قتل کیا؟ دوسروں نے بتایا کہ اس لڑکے نے۔ لوگ اس کی طرف لپکے اور کہنے لگے کہ اس لڑکے کے پاس یقیناً کوئی ایسا علم ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے۔

یہ بات ایک اندھے نے سنی تو اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر تم مجھے میری بینائی لوٹا دو تو میں تم کو فلاں فلاں چیز دوں گا۔ لڑکے نے کہا مجھے کوئی چیز نہیں چاہیے، اگر تمھاری آنکھیں ٹھیک ہوجائیں تو کیا تم اس ذات پر ایمان لاؤ گے جو تمھاری آنکھیں تمہیں لوٹا دے گی؟ اس نے کہا ہاں، کیوں نہیں، فرمایا: لڑکے نے اللہ سے دعا کی، تو اللہ نے اس کی آنکھیں ٹھیک کردیں، یہ دیکھ کر اندھا اللہ پر ایمان لے آیا۔

یہ خبر دھیرے دھیرے بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ نے ان تمام لوگوں کو بلوایا، اور وہ پیش کیے گئے۔ بادشاہ نے دھمکی دی اور کہا کہ میں تم میں سے ہر شخص کو الگ الگ طریقے سے قتل کروں گا۔ سب سے پہلے راہب اور اندھے شخص کو لایا گیا ان کے گلے میں آری رکھی گئی اور دونوں کو الگ الگ طریقے سے قتل کیا گیا۔ پھر لڑکے کو لایا گیا، بادشاہ نے کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس کی چوٹی سے گرادو۔ کچھ لوگ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جانے لگے اور لے جاتے ہوئے سب ایک ایک کرکے خود لڑھک کر گر گئے اور مر گئے، لڑکا صحیح سلامت واپس آگیا۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں پھینک دو۔ لوگ اس کو پھینکنے لے گئے تو اللہ نے ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا، یہ لڑکا صحیح سلامت واپس آگیا۔

اب لڑکے نے خود کہا کہ تم مجھے قتل نہیں کر سکتے یہاں تک کہ مجھے سولی دو اور تیر مارو۔ جب تیر مارو تو ساتھ میں کہو: (باسم رب الغلام) یعنی لڑکے کے رب کے نام سے یا تم یوں کہو: (باسم اللہ رب ہذا الغلام) یعنی اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا پروردگار ہے۔

چناں چہ اس طریقے سے اسے پھانسی دینے اور تیر مارنے کا حکم دیا گیا۔ جب بسم اللہ رب الغلام کہہ کر تیر مارا گیا تو لڑکے نے اپنا ہاتھ اٹھا کر کنپٹی پر رکھا اور مر گیا۔ اب لوگوں نے کہا اس لڑکے کے پاس وہ علم تھا جو کسی اور کے پاس نہیں، لہٰذا ہم اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں۔

فرمایا: پھر بادشاہ سے کہا گیا، کہ آپ تین آدمیوں کی مخالفت پر گھبرا گئے تھے! یہ پوری دنیا آپ کی مخالفت کر رہی ہے، پھر بادشاہ کے حکم پر خندق کھودا گیا جس میں لکڑیاں ڈال کر آگ جلائی گئی اور ان تمام لوگوں کو جمع کرکے ان سے کہا گیا: جو اپنے پرانے دین کی طرف لوٹے گا اسے ہم چھوڑیں گے، لیکن جو نہیں لوٹے گا اسے اس آگ میں ڈالیں گے۔ فرمایا اسی بات کے بارے قرآن نے ارشاد فرمایا:

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝
وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ
يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝[۴۴]

---

۴۴۔ البروج: ۴۔۸

خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیئے گئے، (یعنی) آگ (کی خندقیں) جس میں ایندھن (جھونک رکھا) تھا، جب کہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے، اور جو (سختیاں) اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے، ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب (اور) قابل ستائش ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ لڑکے کو دفن کیا گیا، اور بتایا جاتا ہے کہ عمر بن خطابؓ کے زمانے میں اس کی لاش کو نکالا گیا تھا، اللہ اس پر رحم فرمائے اس کی انگلی کنپٹی پر اسی طرح تھی جیسے اس نے رکھی تھی۔ عبدالرزاق نے بتایا کہ یہ خندق نجران میں ہے۔

## اصحاب کہف کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ اسماعیل بن شروس سے اور وہ وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حوارین میں سے ایک شخص اصحاب کہف کے شہر آیا، وہ شہر میں داخل ہونا چاہا لیکن اسے بتایا گیا کہ شہر کے داخلی دروازے پر ایک بت نصب ہے، شہر میں داخل ہونے سے پہلے اسے سجدہ کرنا لازمی ہے۔ اس نے داخل ہونے کا ارادہ ترک کیا اور اس شہر کے قریب واقع ایک حمام میں اجرت پر کام کرنے لگا۔ حمام کے مالک نے دیکھا کہ اس خداترس شخص کی بہ دولت کاروبار میں بڑی برکت ہوئی ہے تو اس نے سارے کام کی ذمے داری اس کو تفویض کی اور مکمل ذمے دار بنایا۔ اب شہر کے کچھ نوجوان اس نیک سیرت شخص سے مانوس ہوئے، وہ ان کو آسمان اور دنیا کی خبریں بتاتا اور آخرت کے حساب وکتاب کے بارے میں بتاتا۔ وہ اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی اور اپنی سیرت وصورت اس جیسی بنادی۔ اس نے حمام کے مالک سے یہ طے کیا تھا کہ راتیں میری ہوں گی اور دوسری چیز نماز کے وقت میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوگی۔

معاملہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ ایک دن ایک شہزادہ ایک عورت کو لے کر حمام میں داخل ہونا چاہا۔ تو اس حواری نے اسے برا بھلا کہا اور کہا کہ تم بادشاہ زادے شہزادے ہو اور ایسی ایسی کو لے کر حمام میں جاتے ہو! اس پر وہ شرمندہ ہوا اور چلا گیا۔ اگلی مرتبہ شہزادہ پھر کسی عورت کو لے آیا، اب کی بار بھی حواری نے اس کو خوب سب وشتم اور ڈانٹ ڈپٹ کیا، لیکن اس نے ایک نہ سنی اور خود بھی حمام میں داخل ہوا اور عورت بھی داخل ہوئی اور اس میں رات گزاری۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حمام میں ہی دونوں

مر گئے۔ بادشاہ آیا تو اس سے کہا گیا تمھارے بیٹے کو حمام والے نے ہی مارا ہے۔ بادشاہ نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا کیوں کہ بھاگ گیا تھا، بادشاہ نے پوچھا کہ اس کے ساتھی کون ہیں ؟ تو لوگوں نے ان نوجوانوں کے نام بتا دیئے وہ شہر سے نکلے اور حمام کے مالک کے پاس سے گزرے، چوں کہ اس کا معاملہ بھی ان ہی کی طرح تھا اور بتایا گیا کہ بادشاہ ان کی تلاش میں ہے۔ حمام کا مالک بھی اپنے کتے کو لے کر ان نوجوانوں کے ساتھ ہو گیا اور شہر سے نکل کر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور وہ ایک غار میں پناہ لینے داخل ہوئے۔ مشورہ کیا کہ ہم اس غار میں رات گزاریں گے اور صبح اگلی منزل کے بارے میں دیکھیں گے ان شاء اللہ۔

ان کے کانوں پر مہر کر دی گئی، اب بادشاہ اپنے مصاحبین کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ ان کو پا لیا۔ یہ لوگ غار میں داخل ہوئے۔ اب بادشاہ کے مصاحبین میں سے جو شخص غار میں داخل ہونا چاہتا تو اس پر خوف اور رعب طاری ہو جاتا، جس کی وجہ سے کوئی بھی اس غار میں داخل ہونے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ بادشاہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے بادشاہ سے پوچھا، کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ ان پر قدرت پالوں تو قتل کر دوں گا؟ بادشاہ نے کہا ہاں۔

تو اس نے کہا پھر غار کے منہ پر دیوار لگوا دیں اور ان کو اسی غار مین بھوک اور پیاس سے مرنے دیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور پھر ایک زمانہ گزر گیا۔ عرصے کے بعد ایک چرواہا اس غار کے پاس بکریاں چرا رہا تھا کہ بارش ہو گئی۔ چرواہے نے سوچا کہ اگر میں غار کھولوں تو اپنی بکریوں کو بارش سے بچا سکتا ہوں، چناں چہ وہ لگا رہا یہاں تک کہ غار کا منہ کھول دیا، اپنی بکریاں اس میں داخل کیں، اگلی صبح اللہ نے ان اصحاب کہف کی روحیں ان میں لوٹا دیں اور وہ جاگ گئے۔ اپنے میں سے ایک کو کچھ رقم دے کر بھیجا کہ وہ ان کے لیے کھانا لے کر آئے، جب وہ شہر کے دروازے پر آیا اور اپنی کرنسی کا سکہ جس کو بھی دکھایا وہ اسے نہیں پہچان سکا۔ وہ ایک آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے اس پیسے کے بدلے کھانا چاہیے۔ اس شخص نے پوچھا کہ یہ پیسہ کہاں سے لائے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ گزشتہ کل کہیں گئے تھے، راستے میں رات ہوئی تو ہم نے وہیں ٹھکانا لیا، ابھی صبح انہوں نے مجھے بھیجا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ سکہ جو تمھارے پاس ہے یہ تو گزشتہ زمانے میں فلاں بادشاہ کے دور میں رائج تھا، اب تمھارے پاس کہاں سے آ گیا؟ وہ شخص کرنسی لے کر بادشاہ کے پاس گیا، اور یہ بادشاہ نیک سیرت آدمی تھا، اس نے پوچھا یہ کرنسی کہاں سے لائے ہو؟

اس آدمی نے پھر جواب دیا کہ گزشتہ کل میں اور میرے کچھ ساتھی ہم لوگ اپنے شہر سے نکلے تھے راستے میں رات ہوگئی تو ہم نے وہیں فلاں غار میں ٹھکانا لیا، پھر میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ کھانا لے کر آو۔ اس نے پوچھا کہ تمھارے ساتھی کہاں ہیں؟ جواب دیا فلاں غار میں۔ بادشاہ اس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ غار کے دروازے تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر اس شخص نے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں پہلے اپنے ساتھیوں کو بتادوں، جب ان لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا دوبارہ ان کے کانوں پر مہر کردی گئی۔ یہ لوگ جو باہر تھے نے اندر جانا چاہا، جو بندہ بھی اندر گیا اس پر رعب طاری ہوگیا اور داخل ہونے پر قادر نہ ہوسکا۔ چناں چہ لوگوں نے اس غار کے پاس کنیسہ بنایا اور بعد میں مسجد بنائی جس میں نماز پڑھتے ہیں۔

## بیت المقدس کی بنیاد

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَأَلۡقَيۡنَا عَلَىٰ كُرۡسِيِّهِۦ جَسَدٗا ثُمَّ أَنَابَ (۴۵)

اور ان کی کرسی پر (بھوت پریت کا) ایک دھڑ لاکر ڈال دیا تھا۔

کے بارے میں فرمایا: ان کی کرسی پر چالیس راتوں تک شیطان مسلط رہا بالاخر اللہ نے سلیمان کی بادشاہت ان کو واپس عطا کردی۔ معمر نے کہا کہ لیکن دھڑ ان کی عورتوں پر مسلط نہیں کیا گیا۔

معمر نے کہا کہ قتادہ نے بیان کیا: حضرت سلیمانؑ نے شیاطین سے کہا کہ مجھے اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں یروشلم میں ایک مسجد تعمیر کروں جس میں کدال کی آواز آنے پائے نہ آرے کی۔ شیاطین نے کہا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے اگر آپ اس پر قابو پالیں تو شاید وہ اس کام کے بارے میں بتا سکتا ہے۔ یہ شیطان سات دن میں ایک مرتبہ پانی پینے کے لیے ایک چشمے والے کنویں پر آتا تھا۔ شیاطین نے اس کنویں کو پانی سے خالی کیا اور شراب سے بھر دیا تو وہ شیطان آگیا۔ اور اس شراب کو خطاب کر کے کہنے لگا کہ تیری خوش بو تو بڑی اچھی ہے لیکن تو اچھے بھلے شخص کو بے وقوف بنا کر چھوڑتی ہے اور بیوقوف تو اپنی

---

۴۵۔ ص: ۳۴

حماقت کے انتہا درجے کو پہنچتا ہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور اس میں سے نہیں پیا۔ پھر اس کو پیاس لگی تو واپس آیا اس میں سے پیا اور بے ہوش ہو گیا۔ اب دوسرے شیاطین نے اس کو پکڑا اور حضرت سلیمان کے سامنے پیش کیا، سلیمان نے اس کو اپنی انگوٹھی دکھائی، کیوں کہ سلیمان کی بادشاہت کی علامت یہی انگوٹھی تھی۔ اپنی انگوٹھی دکھانے کے بعد سلیمانؑ نے اس سے کہا کہ مجھے ایک ایسی مسجد بنانے کا حکم دیا گیا ہے جس میں نہ تو میں کدال کی آواز سنوں اور نہ آرے کی آواز۔

اس شیطان نے ایک شیشہ منگوایا، یہ شیشہ اس کے لیے بنوایا گیا، پھر شیشہ ہدہد کے انڈے پر رکھا گیا اب ہدہد اپنے انڈوں پر بیٹھنے کے لیے آیا تو بیٹھ نہ سکا تو واپس چلا گیا۔ شیطان نے کہا دیکھو اب ہدہد کیا لے کر آتا ہے، اور جو چیز لے کر آجائے وہ لے لینا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہدہد ایک ہیرا لے آیا، وہ ہیرا اس نے شیشہ پر رکھا اور شیشے کو توڑ دیا۔ لوگوں نے وہ ہیرا لے لیا، اسی ہیرے سے پتھر توڑے جاتے، اور ان ہی پتھروں سے بیت المقدس تیار کیا گیا۔

راوی نے بتایا کہ ایک دن سلیمان حمام میں گئے، ان دنوں کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے وہ اپنی کسی بیوی کو طلاق دے چکے تھے، جب سلیمانؑ حمام میں داخل ہوئے تو یہ شیطان بھی ساتھ تھا۔ سلیمانؑ کے حمام میں داخل ہوتے کے ساتھ ہی شیطان نے وہ انگوٹھی لے لی اور لے جاکر سمندر میں پھینک دی۔ اور سلیمانؑ کے تخت پر ایک دھڑ کو لاکر بٹھایا جو سلیمان کے مشابہ تھا۔ سلیمان جب حمام سے نکلے تو ان کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ یہ شیطان چالیس دن تک یوں سلیمان کے تخت پر مسلط رہا۔ سلیمان کے ساتھیوں نے اس دھڑے کو اجنبی محسوس کیا اور کہنے لگے کہ سلیمانؑ نماز میں کوتاہی کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے گئے۔ اور خود یہ شیطان نمازوں اور دیگر امور دین میں کوتاہی کا مرتکب تھا۔ اس شیطانی دھڑ کے پاس سلیمانؑ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص تھا، جو اپنے جسمانی خد و خال اور طاقت و قوت میں عمرؓ بن خطاب کے مشابہ تھا، اس نے کہا کہ میں سلیمان سے سوال پوچھتا ہوں۔

یہ شخص سلیمان کے پاس آیا اور پوچھا اے اللہ کے نبی! جو شخص اپنی بیوی کے پاس جائے اور پوری رات ناپاکی میں گزارے یہاں تک کہ صبح دھوپ نکلے اور نماز بھی نہ پڑھے کیا آپ اس میں کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سلیمان فتنے میں مبتلا ہو گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اسی دوران سلیمان کہیں جارہے تھے کہ ایک عورت کے ہاں کھانا کھانے کے لیے چلے گئے، اس عورت نے آپ کے لیے مچھلی تیار کی۔ سلیمان نے اس مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو دیکھا کہ سلیمان کی وہ انگوٹھی مچھلی کے پیٹ میں ہے انہوں نے انگوٹھی لی اور فوراً پہن لی۔ اب کیا تھا کہ تمام چرند پرند ان کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے اور اللہ نے حکومت اسے واپس کردی اور اس وقت سلیمان نے دعا مانگی جو قرآن نے نقل کیا:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي (۴۶)

اے میرے رب میرے گناہ بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ یوں دعا مانگی کہ ایسی حکومت جسے آئندہ کبھی تو سلب نہ کرے۔ معمر نے کہا کہ اس وقت سے تمام شیاطین اور تمام پرندے ان کے لیے مسخر کیے گئے۔

## رسول اللہ ﷺ کا مرض وفات

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے اور وہ اسما بنت عمیسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیسؓ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو جب مرض لاحق ہوا تو وہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے، آپ ﷺ کا مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو دوائی پلانے کے لیے مشورہ کیا اور پھر آپ کو دوائی پلادی، جب مرض میں افاقہ ہوا اور آپ ہوش میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان عورتوں کا کام ہے جو اس طرف سے آئی ہیں۔ آپؐ نے یہ کہہ کر ارض حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا، اس وقت اسماء بنت عمیسؓ بھی وہاں موجود تھیں۔

ازواج مطہراتؓ کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے سمجھا کہ آپ کو تکلیف لاحق ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک بیماری ہے اس دوران اللہ تعالیٰ مجھے اس گندگی میں نہیں ڈالیں گے۔ گھر میں اس دوائی کے استعمال سے کسی کو بھی باقی نہیں رہنا چاہیے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے چچا عباسؓ

---

۴۶۔ ص: ۳۵

کے ۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس دن حضرت میمونہؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے دوائی دی گئی، حال آں کہ وہ روزے سے تھیں۔

زہری نے کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ کو مرض لاحق ہوا تو وہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ انہوں نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ بیماری کے دوران میرے گھر میں قیام فرمائیں گے، ازواج مطہرات نے اجازت دی تو وہاں سے نکلے، اس وقت آپ ﷺ کا ایک ہاتھ فضل بن عباسؓ کے کندھے پر تھا جب کہ دوسرا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے کندھے پر، اور آپ ﷺ کے پیر مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے آرہے تھے۔ عبیداللہ نے کہا کہ میں نے یہ بات ابن عباسؓ سے ذکر کی تو فرمایا، معلوم ہے وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا نام حضرت عائشہؓ نے نہیں لیا؟ اور پھر بتایا کہ علی ابن ابی طالبؓ تھے، لیکن حضرت عائشہؓ کے دل میں ان کے لیے کوئی اچھا گمان نہیں تھا۔

زہری نے کہا کہ مجھے عروہ نے حضرت عائشہؓ کی روایت کسی تیسرے شخص کے حوالے سے بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ میرے اوپر سات مشکیزوں کا پانی ڈال دو جن کا منہ کھلا ہوا ہو، ہوسکتا ہے میں ٹھیک ہوجاؤں اور پھر میرا عہد لوگوں کو بتادینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو تانبے سے بنے ہوئے ایک ٹب میں بٹھادیا جو حضرت حفصہؓ کا تھا اور ان پر پانی بہایا یہاں تک آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ کافی ہے، پھر آپ اس میں سے باہر آئے۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمن بن کعب بن مالک نے آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی صحابی کے حوالے سے بتایا، عبدالرحمن کے والد ان تین صحابہؓ میں سے ایک ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی، فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، شہدا احد کے استغفار کے لیے دعا مانگی اور پھر فرمایا: اے مہاجرین کے گروہ! تم لوگوں میں اضافہ ہوتا رہے گا لیکن انصار میں زیادہ اضافہ نہیں ہوگا۔ انصار میرے وہ قابل اعتماد ساتھی ہیں جن کے ہاں مجھے پناہ ملی ہے۔ پس تم لوگ ان کے معززین کا اکرام واحترام کرو، اور ان میں سے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرو۔

زہری کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے سنا وہ بتا رہا تھا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو اختیار دیا گیا دنیا اور آخرت کے درمیان، اور اس نے رب کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کیا۔ یہ سن کر ابوبکرؓ یہ سمجھے اس سے مراد رسول اللہ ﷺ خود اپنی ذات کو لے رہے ہیں، پس وہ رو پڑے۔

دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! حوصلہ رکھو، اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد کے طرف نکل رہے ہیں ان سب کو بند کردو سوائے ابوبکر کے گھر کے دروازے کے۔ اللہ اس پر رحم کرے، میں نے اپنے صحابہ میں ہاتھ کی کشادگی کے اعتبار سے ان سے عمدہ اور اچھا آدمی کسی کو نہیں دیکھا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے حوالے سے بتایا، ان دونوں نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ کو جب آخری بیماری لاحق ہوگئی تو آپ ایک چادر اپنے چہرۂ مبارک پر ڈال کے رکھتے تھے جب آپ بیماری کی کیفیت کو زیادہ محسوس کرتے تو چادر کو اپنے چہرے سے ہٹادیتے اور فرماتے اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنادیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ہمیں اس عمل سے ڈرارہے تھے جو ان لوگوں نے کیا۔

معمر کہتے ہیں، زہری نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن زمعہ کو حکم دیا: لوگوں سے کہو کہ وہ نماز پڑھیں، ان کی ملاقات عمر بن خطابؓ سے ہوئی تو پیغمبر ﷺ کا پیغام دیا اور کہا کہ اے عمر! لوگوں کو نماز پڑھایے۔ چناں چہ عمرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اونچی آواز سے تلاوت کی، کیوں کہ حضرت عمرؓ بلند آواز کے مالک تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کی آواز سنی تو پوچھا کہ کیا یہ عمر کی آواز ہے؟ لوگوں نے جواب دیا جی ہاں یارسول اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمر اور لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، ابوبکر کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ آپ نے برا کیا ہے، میں نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو مجھے بتانے کے لیے حکم دیا ہے۔ وہ کہنے لگے نہیں، خدا کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے کسی خاص شخص کو حکم دینے کا نہیں تھا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدید ہوگئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں وہ جب قرآن پڑھیں گے تو اپنے آنسو نہیں روک سکیں گے۔ اگر آپ ابوبکر کے علاوہ کسی کو حکم دیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، مجھے یہ بات اس لیے ناپسند تھی کہ لوگ اس شخص سے بدشگونی لیں گے جو پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھائے گا۔ اس وجہ سے میں نے دو سے تین مرتبہ آپ سے اصرار کیا

کہ ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو حکم دیں۔ مگر رسول اللہ نے فرمایا ابوبکرؓ ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، اور پھر فرمایا تم عورتیں تو حضرت یوسفؑ کی مصاحب عورتوں کی طرح ہو۔

زہری کہتے ہیں، مجھے انس بن مالکؓ نے بتایا کہ جب پیر کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے ان کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو ایسا لگا گویا کھلی کتاب کا صفحہ ہے اور آپ مسکرا رہے تھے۔ کہتے ہیں: قریب تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی رویت کے لیے نماز توڑ دیتے۔ اس وقت ابوبکر صدیقؓ نماز سے پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے اسی حالت میں اپنی نماز پوری کرنے کا اشارہ فرمایا: پھر آپ نے اپنا پردہ بند کیا اور اسی دن رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے۔ پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال نہیں ہوا ہے، بل کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلایا ہے جیسا کہ موسیٰؑ کو چالیس دن کے لیے اپنے پاس بلایا تھا۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندہ رہیں گے جب تک کہ منافقین کے ہاتھ اور زبان نہ کاٹیں جو یہ کہتے ہیں یا گمان کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ کا انتقال ہو گیا۔

معمر کہتے ہیں مجھے ایوب نے عکرمہ کے حوالے سے بتایا کہ عباسؓ بن عبدالمطلب نے کہا کہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں زیادہ دیر باقی رہنے والے نہیں ہیں، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہی اچھا ہو تا کہ آپ کوئی چیز مثلاً کرسی وغیرہ لے کر اس پر بیٹھ جائیں کہ اللہ آپ پر سے گرد وغبار کو دور کر دے اور جھگڑالو لوگوں کو آپ سے ہٹا دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں ان کو اپنی چادر تک کے بارے میں جھگڑنے کے لیے آزاد چھوڑ دوں گا، پھر وہ میری ایڑی کو روندیں اور گرد وغبار مجھے ڈھانپ دے یہاں تک کہ اللہ مجھے راحت عطا فرمادے۔ پس میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں زیادہ دیر تک زندہ رہنے والے نہیں ہیں۔

جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال نہیں ہوا، بل کہ آپ بے ہوش ہو گئے ہیں، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے۔ خدا کی قسم! میں امید کرتا ہوں کہ پیغمبرؐ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کہ منافقین کے ہاتھ اور زبانیں نہ کاٹ دیں، جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ عباسؓ بن عبدالمطلب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: لوگو! تم میں سے کسی کا کوئی معاملہ یا معاہدہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو تو بتا دیں، لوگوں نے کہا قطعاً نہیں۔ پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال اس وقت تک نہیں ہوا جب تک انہوں نے

حلال کو حلال ثابت نہیں کیا، پھر انہوں نے جنگیں لڑیں ان کو اپنے انجام تک پہنچایا اور امن قائم فرمایا، عورتوں سے نکاح کیے اور علحیدگی کے معاملات کرتے دکھائے۔ اور تم کو ایسے راستے پر ڈال دیا جو نہایت صاف ستھرا اور واضح ہے۔ اور خطاب کے بیٹے! آپ جو بات کہہ رہے ہیں اگر وہ درست ہے تو کسی نے اللہ کو اس بات سے عاجز نہیں کیا کہ پیغمبر ﷺ پر سے مٹی ہٹادے اور اسے دوبارہ زندہ نکال لے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو ہمارے اور ہمارے صاحب کے درمیان رکاوٹ نہ بنیں ان کا بھی انتقال ہو گیا جیسا کہ دوسرے لوگوں کا ہوتا ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے ابن کعب ابن مالک نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بتایا کہ عباس اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کے دوران ان کے پاس سے باہر نکلے، تو ایک شخص نے پوچھا کہ اے ابوحسن! رسول اللہ ﷺ نے کیسی رات گزاری؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ان کی طبیعت بہتر ہے۔ عباسؓ نے علی ابن ابی طالبؓ سے کہا کہ تم تین دن کے بعد ڈنڈے کے غلام بن جاؤ گے۔ پھر پیغمبر ﷺ کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے: میرا خیال ہے کہ میں بنو عبدالمطلب کے چہروں کو ان کی موت کے وقت پہچان لیتا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اس بیماری سے شاید صحت یاب نہیں ہو سکیں گے، آؤ ان کے پاس چلیں اور ان سے کچھ سوالات پوچھیں، اگر یہ معاملہ (ان کی مراد پیغمبر کی وفات کے بعد جانشینی تھی) ہمارے ہاتھ میں ہے تو ہم جان لیں گے، لیکن اگر ہمارے حق میں نہ ہو تو ہم ان سے درخواست کریں گے کہ اس بھلائی کی وصیت ہمارے لیے کر دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: دیکھو! اگر ہم ان کے پاس گئے اور انہوں نے ہمیں وہ حق نہیں دیا، کیا آپ کو لگتا ہے کہ لوگ ہمیں دیں گے؟ خدا کی قسم میں اس حوالے سے ان سے سوال بالکل نہیں کروں گا۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدید ہو گئی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا: "اعلیٰ ترین دوست کے ساتھ"۔ پھر رحلت فرما گئے۔

معمر نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آخری بات جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئی وہ یہ تھی: عورتوں اور لونڈیوں کے بارے میں اللہ ڈرو۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ ابو بکر صدیقؓ مسجد میں داخل ہوئے اور عمر فاروقؓ لوگوں سے بات کر رہے تھے، وہ گزر گئے یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہوئے جہاں رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تھا، یہ گھر

عائشہؓ کا تھا، چناں چہ ابوبکرؓ نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی جو اس پر پڑی ہوئی تھی، آپ کے چہرۂ انور کو جی بھر کے دیکھا، پھر جھک گئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر فرمایا: خدا کی قسم! اللہ تمھارے اوپر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا۔ اس موت کے بعد آئندہ کبھی آپ کو موت نہیں آئے گی۔ پھر ابوبکرؓ مسجد میں آئے، ابھی بھی عمرؓ لوگوں سے بات کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے ان سے کہا: عمر! آپ بیٹھ جایئے، لیکن عمرؓ نہیں بیٹھے، آپ نے بات کو دو یا تین بار دہرایا کہ بیٹھ جایئے لیکن عمرؓ نہیں بیٹھے۔ اب ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھا تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ جب ابوبکرؓ نے تشہد پڑھا تو فرمایا اما بعد! جو شخص محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی عبادت کرتا تھا تو محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا انتقال ہوگیا اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ اب بھی زندہ ہے جو کبھی نہیں مرے گا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (۴۷)

محمد اللہ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔

پوری آیت پڑھی۔

جب ابوبکر صدیق اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے، نے یہ آیت پڑھی تو لوگوں کو یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی رحلت ہوگئی ہے، اور اس آیت کو ابوبکرؓ ہی سے انہوں نے حاصل کیا یہاں تک لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے تلاوت کی۔

زہری نے کہا مجھے سعید ابن المسیب نے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، خدا کی قسم! جیسے ہی ابوبکرؓ نے یہ آیت تلاوت کی اور میں کھڑا تھا کہ اچانک میں زمین پر گرا اور مجھے یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا انتقال ہو چکا ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ انس بن مالکؓ نے حضرت عمرؓ کا خطبہ سنا جو انہوں نے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے منبر پر بیٹھ کر دیا اور اس سے

---

۴۷۔ آل عمران: ۱۴۴

پہلے ہی دن رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے تھے، اس خطبے میں عمرؓ نے تشہد پڑھا اور ابو بکرؓ خاموش تھے کچھ بھی بات نہیں کر رہے تھے پھر عمرؓ نے فرمایا:

امابعد! میں نے جو بات پہلے کہی تھی وہ بات در حقیقت ایسی نہیں تھی، خدا کی قسم میں نے جو بات کی تھی وہ مجھے کتاب اللہ میں ملی نہ ہی اس عہد میں جو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے چھوڑا ہے۔ مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان بہت دیر تک موجود رہیں گے، لیکن آج پتہ چلا ہے کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے درمیان ایک نور رکھا ہے یہ اللہ کی کتاب ہے تم اس کو مضبوطی سے تھام لو، تو اس کی ہدایت کو پالو گے جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عطا فرمائی تھی۔ پھر ابو بکرؓ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے، یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور غار کے دو ساتھیوں میں ایک ہیں وہ تمھارے معاملات کی انجام دہی کے زیادہ لائق ہیں، لہذا کھڑے ہو جاؤ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اس سے پہلے بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی اور یہ عام بیعت تھی جو منبر پر لی جارہی تھی۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے انس بن مالکؓ نے بتایا کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ابو بکرؓ کو زبردستی منبر کی طرف لے کر جارہے تھے۔

عبد الرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جب حضور ﷺ کی موت کا وقت قریب آیا، تو گھر میں کافی لوگ تھے، ان میں عمر بن خطابؓ بھی تھے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قریب لاؤ (مراد کاغذ، قلم دوات وغیرہ) تاکہ میں تمھارے لیے ایک عہد نامہ لکھواؤں جس کے بعد تم گم راہ نہیں ہوگے، عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر بیماری کی شدت غالب ہے جب کہ تمھارے پاس قرآن موجود ہے، ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ گھر والوں نے اختلاف کیا اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ بعض کہہ رہے تھے کہ قلم دوات لاؤ رسول اللہ ﷺ کوئی عہد نامہ لکھوائیں گے تاکہ تم بعد گم راہ نہ ہو جاؤ اور دوسرے بعض وہ بات کہہ رہے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس بے کار باتیں اور اختلافات کی کثرت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہاں سے اٹھ جاؤ۔

عبید اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ تباہی ہائے تباہی! جس چیز نے رسول اللہ ﷺ کو وصیت نامہ لکھوانے سے روکا، وہ ان کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہی تھا۔

## سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر صدیقؓ کی بیعت

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ میں خلافت عمرؓ کے زمانے میں عبدالرحمن بن عوفؓ کو قرآن کریم پڑھایا کرتا تھا، جب عمر فاروقؓ کے آخری حج کا زمانہ آیا اور ہم منیٰ میں تھے تو عبدالرحمن بن عوفؓ ایک رات میری رہائش گاہ پر آئے اور کہنے لگے، آج آپ امیر المومنین کو دیکھتے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور بتایا کہ میں نے فلاں سے سنا ہے جو کہہ رہا تھا، کاش! امیر المومنین مرجاتے تو میں فلاں سے بیعت کرلیتا۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا آج رات میں لوگوں سے خطاب کروں گا اور لوگوں کو اس گروہ سے ڈراؤں گا جو مسلمانوں کے حق حکم رانی پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

میں نے کہا کہ امیر المومنین! یہ حج کا موسم جو ہر قسم کے بے ہودہ اور شرپسند لوگوں کو جمع کرتا ہے، آپ کی مجلس میں بھی ان ہی لوگوں کا غلبہ ہے، مجھے ڈر ہے اگر آپ کوئی ایسی ویسی بات کہہ دیں تو یہ لوگ اس کو پر پرزے لگا کر اڑادیں گے، اس کی حفاظت نہیں کریں، گے بل کہ اس کو اس کے اصل مقام پر بھی نہیں رکھیں گے۔ امیر المومنین آپ مدینہ پہنچنے تک ذرا ٹھہریئے کیوں کہ مدینہ سنت اور ہجرت کا مسکن رہا ہے، وہاں خالص مہاجرین اور انصار ہیں آپ جم کے اپنی بات کہہ سکتے ہیں، وہ لوگ آپ کی بات کی حفاظت کریں گے اور اس کو درست محل پر محمول کریں گے۔

کہتے ہیں: پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، خدا کی قسم! مدینے پہنچتے ہی ان شاء اللہ میں بات کروں گا۔ راوی کا بیان ہے، جب ہم مدینہ پہنچے اور جمعہ کا دن آیا تو عبدالرحمن بن عوفؓ کی اس بات کی وجہ سے میں جلدی ہی مسجد میں آیا۔ میں نے وہاں سعید بن زیدؓ کو دیکھا جو مجھ سے بھی پہلے مسجد آگئے تھے اور منبر کے برابر میں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اس طرح کہ ہمارے گھٹنے ایک دوسرے کو مس کررہے تھے، جب زوال ہوگیا تو عمر فاروقؓ مسجد میں آئے۔ جب وہ آنے لگے تو میں نے سعید بن زیدؓ سے کہا کہ آج امیر المومنین وہ بات کہنے والے ہیں جو انہوں نے اس منبر پر کبھی نہیں کہی ہوگی۔ کہتے ہیں کہ سعید بن زیدؓ نے غصے سے کہا کہ وہ کون سی ایسی بات ہے جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں کہی۔

جب عمرؓ منبر پر بیٹھ گئے تو موذن نے اذان دے دی، جب اذان ختم ہوگئی تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جیسا کہ اس کا شایان شان ہے، پھر فرمایا: امابعد! میں آج ایک ایسی بات بیان

کرنا چاہ رہا ہوں جو اللہ نے میرے لیے مقدر کی ہے کہ میں وہ بات بیان کروں ۔ میں نہیں جانتا شاید کہ میری موت قریب ہے، پس تم میں سے جو شخص اس بات کو سمجھے، اسے یاد رکھے، حفاظت کرے اور وہاں جاکر بیان کرے جہاں تک سواری اسے پہنچاسکتی ہے، لیکن جس کو یہ ڈر ہو کہ وہ اس کو محفوظ نہیں رکھ سکے گا تو میں ایسے شخص کے لیے یہ حلال نہیں سمجھتا کہ وہ میرے متعلق جھوٹ بولے۔

اللہ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی۔ پس ان پر رجم کی آیت بھی نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے رجم کو نافذ فرمایا اور ہم نے بھی ان کے بعد رجم کو نافذ کیا، مجھے یہ خوف ہے کہ ایک زمانہ گزر جائے اور اس کے بعد کوئی یہ کہے کہ اللہ کی کتاب میں رجم کا کوئی حکم موجود نہیں ہے، یوں وہ خود گم راہ ہو جائے یا ایسے فریضے کو چھوڑنے کا مرتکب ہو جائے جسے اللہ نے نازل فرمایا۔ خبردار! آگاہ رہو کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا حق ہے جب کہ اس پر بینہ قائم ہو جائے، بینہ اعتراف یا دلائل وثبوت سے قائم ہوتا ہے۔ پھر ہم پڑھا کرتے تھے: لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم یا یہ پڑھتے تھے فان کفراً بکم ان ترغبوا عن آبائکم۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میری ایسی تعریف مت کرو جیسا کہ نصاری نے ابن مریم کی تعریف میں حدود کو پامال کیا، اللہ تعالیٰ ابن مریم پر رحمتیں نازل فرمائے، درحقیقت میں اللہ کا بندہ ہوں، تم کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔ پھر مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین مرجاتے تو میں فلاں کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ تمہیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہوئی تھی، یہ واقعتاً ایسا ہوا تھا، لیکن اللہ نے اس کے شر سے ہم کو بچایا، کیوں کہ اس وقت تم میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا جس کے لیے گردن جھکائی جاتی۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اس وقت وہ ہمارے درمیان بہترین شخص تھے، اس موقع پر علی اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہؓ کے گھر میں رہ کر ہم سے پیچھے رہ گئے اور انصار اپنے خاندان کی وجہ سے سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے پیچھے رہ گئے، لیکن تمام مہاجرین، ابوبکر صدیقؓ، اللہ ان پر رحم فرمائے، پر جمع ہو گئے۔

اس وقت میں نے کہا کہ اے ابوبکر! ہم بھی چلتے ہیں اپنے انصار بھائیوں کے پاس اور دیکھتے ہیں۔ چناں چہ ہم ان کی طرف چلے، راستے میں ہماری ملاقات انصار کے دو نیک آدمیوں سے ہوئی جو بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، انہوں نے پوچھا کہ مہاجرین کی جماعت کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا کہ اپنے بھائی

انصار کے پاس جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ واپس جاؤ اور اپنے معاملات کا آپس میں فیصلہ کرو۔ میں نے کہا کہ چلتے ہیں ہم انصار کے پاس ہی چلتے ہیں، چناں چہ ہم ان کے پاس پہنچے، ہم نے دیکھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور ان کے درمیان ایک شخص موجود ہے جو کپڑے میں لپٹا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہنے لگے یہ سعد بن عبادہؓ ہیں، میں نے پوچھا ان کو کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے، وہ بیمار ہیں۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا، اس نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا: امابعد! ہم انصار ہیں اور اسلام کا لشکر ہیں اور تم اے قریش کے لوگو! ایک گروہ ہو جو آہستہ آہستہ ہماری طرف نکل آیا تھا۔ ان الفاظ سے وہ ہمیں جڑوں سے اکھاڑنا چاہ رہا تھا اور ہمیں طاقت سے دور کرنا چاہ رہا، تھا۔ میں نے اپنے دل میں ایک مضمون سوچا ہوا تھا جو ابوبکرؓ کے سامنے لوگوں کے مجمع میں پیش کرنا چاہ رہا تھا، تاکہ وہ اس مسئلے کو ذرا نرمی سے حل کرے اور ابوبکرؓ مجھ سے زیادہ تحمل والے اور عظیم انسان ہیں۔ جب میں بات کرنی چاہی تو وہ مجھ سے کہنے لگے، تم ٹھہر جاؤ، اور مجھے ان کی بات کا انکار کرنا مناسب معلوم نہیں ہوا۔

چناں چہ ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر بات شروع کی۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے جو بات سوچی تھی وہی بات انہوں نے اس سے اچھے پیرائے میں بیان کی اس کے بعد کہا: امابعد! اے انصار کے لوگو، آپ نے جتنی بھلائیوں کا ذکر کیا ہے یقیناً آپ لوگ اس کے اہل ہیں، لیکن اہل عرب حق حکم رانی کو قبیلہ قریش کے علاوہ کسی کے لیے قبول نہیں کریں گے کیوں کہ اہل قریش ہی شجرہ نسب اور مقام سکونت کے اعتبار سے اہل عرب کے لیے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں آپ لوگوں کے لیے ان دو افراد کو بہتر سمجھتا ہوں آپ ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ یہ کہہ کر انہوں نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراحؓ کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس جملے کے علاوہ کوئی بات کرنا ہی مناسب نہیں سمجھا کہ مجھے سامنے لایا جائے اور میری گردن اڑادی جائے یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ مجھے ایسی قوم کا حکم ران بنایا جائے جس میں ابوبکر جیسی ہستی موجود ہو۔

جب ابوبکرؓ نے اپنی بات پوری کی تو انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، کہ میں خارش کے وقت کھجانے والا تنہ ہوں اور چبوترے سے مضبوط کیا ہوا کھجور کا درخت ہوں۔ (یہ ایک محاورہ ہے جو اہل عرب سامعین کے سامنے اپنے عقل و شعور کی رسائی کو زیادہ ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے

ہیں ) اے اہل قریش! میرا کہنا یہ ہے کہ ایک امیر آپ میں سے ہو اور ایک امیر ہم میں سے ہو، ورنہ ہمارے درمیان لڑائی ہو سکتی ہے۔

معمر نے کہا کہ قتادہ نے بتایا: عمر بن خطابؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے امرا ہوں اور آپ لوگوں میں سے وزرا ہوں۔

معمر نے کہا کہ زہری نے اپنی حدیث میں اسناد کے ساتھ بتایا کہ اس دوران ہمارے درمیان آوازیں اونچی ہو گئیں اور اختلاف خطرناک صورت حال اختیار کرنے لگا تو میں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھایے، میں بیعت کرتا ہوں، کہتے ہیں کہ انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے بیعت کی، پھر مہاجرین نے بیعت کی اور پھر انصار نے بیعت کی۔ کہنے لگے کہ اس دوران ہم سعدؓ پر گر پڑے یہاں تک کہ کسی نے چلا کر کہا کہ تم نے سعد کو قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا خدا سعد کو قتل کرے۔ اور خدا کی قسم ہم نے ابو بکر صدیقؓ کی بیعت سے مضبوط کوئی بیعت نہیں دیکھی۔ ہمیں خوف تھا کہ اگر ہم لوگوں سے بیعت لیے بغیر ان کو گفت گو کے لیے چھوڑ دیتے تو دو باتوں میں سے ایک ہو سکتی تھی یا ہمیں ایسی بیعت کرنی پڑتی جس پر ہم راضی نہ ہوں ورنہ ہم مخالف کرتے جس کے نتیجے میں فساد واقع ہو سکتا تھا۔ لہٰذا تمہیں اس معاملے میں دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ابو بکرؓ کی بیعت اچانک اور آناً فاناً ہو گئی تھی۔ حقیقت میں یہ بیعت اچانک ہی ہوئی تھی لیکن اللہ نے اس کے شر سے ہم کو بچایا۔ اب تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی طرف ابو بکرؓ کی طرح گردن جھکائی جا سکے۔ پس جو شخص مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے، یہ بیعت ناقابل قبول ہوگی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، نہ بیعت کرنے والے کے لیے اور نہ اس شخص کے لیے جس کی بیعت کی جا رہی ہے، اس میں خدشہ ہے کہ دونوں کو قتل کیا جائے۔

معمر نے کہا کہ زہری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے عروہ نے بتایا کہ انصار کے وہ دو اشخاص جن سے ابو بکر و عمر نے ملاقات کی تھی، وہ عویم بن ساعدہؓ اور معن بن عدیؓ تھے۔ اور جس شخص نے کہا تھا کہ میں خارش کے وقت کھجانے والا تنہ ہوں اور چبوترے سے مضبوط کیا ہوا کھجور کا درخت ہوں، وہ حباب بن منذر تھے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ لیث سے وہ واصل الاحدب سے وہ معرور بن سوید سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں سے مشورہ لیے بغیر اپنے لیے یا دوسرے کے لیے امارت یعنی حکم رانی کی دعوت دی تمہارے لیے حلال ہے کہ اسے قتل کر دو۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ ابن طاؤس سے وہ اپنے والد سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری تین باتیں ذہن میں محفوظ رکھو، پہلی یہ کہ حق حکم رانی مجلس شوریٰ سے حاصل ہوتا ہے، دوم یہ کہ عرب کے خون بہا کا قانون ہے کہ ہر غلام کے بدلے غلام کا خون ہوگا اور لونڈی کے بچے کے بدلے دو غلام ہوں گے۔ لیکن تیسری بات ابن طاؤس نے چھپالی۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن القاری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ اور ایک انصاری آدمی بیٹھے ہوئے تھے کہ عبدالرحمن القاری آئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے، تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ ایسا آدمی ہمارے پاس بیٹھ جائے جو باتوں کو یہاں سے وہاں پہنچاتا ہو۔ اس پر عبدالرحمن نے کہا کہ امیرالمومنین میں بھی ایسے لوگوں کے پاس نہیں بیٹھتا۔ بل کہ اس قسم کے لوگ اس قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھ جاتے ہیں تاکہ بات نہ پھیل جائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انصاری صحابی سے کہا کہ تم نے کس کس کو دیکھا ہے جو کہتے ہوں کہ میرے بعد وہ خلیفہ بننا چاہتے ہیں؟ انصاری صحابی نے مہاجرین میں سے کئی لوگوں کے نام گنوائے، لیکن حضرت علیؓ کا نام نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ابوالحسن ان میں سے نہیں ہیں؟ خدا کی قسم، اگر وہ ان لوگوں کی قیادت کریں تو اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کو بھی درست راستے پر قائم رکھیں گے۔

معمر نے کہا کہ مجھے ابواسحاق نے عمرو ابن میمون الاودی کے حوالے سے بتایا کہ میں عمر بن خطابؓ کے پاس موجود تھا جب انہوں نے فیصلہ کا اختیار چھ آدمیوں کو سونپ دیا۔ جب وہ لوگ جانے لگے تو عمرؓ کی نظر ان کا پیچھا کر رہی تھی پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ حکم رانی کے اختیارات گنجے کے حوالے کریں تو وہ درست طریقے سے لوگوں کی قیادت کرے گا، اس سے وہ حضرت علیؓ مراد لے رہے تھے۔

## اہل شوریٰ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فرمان

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ ایک گروہ جمع ہوگیا جس میں مغیرہ بن شعبہؓ بھی موجود تھے وہ کہنے لگے کہ آپ لوگ کس کو امیرالمومنین کا نائب تصور کرتے ہیں؟ ایک نے کہا علیؓ کو، دوسرے نے کہا عثمانؓ کو، تیسرے نے کہا عبداللہ بن عمرؓ کو کیوں کہ وہ امیرالمومنین کا نائب ہے۔ پھر مغیرہؓ نے کہا کہ کیا میں آپ لوگوں کو اس کے بارے میں نہ بتاؤں؟ سب کہنے لگے کیوں نہیں ضرور بتایے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بتانے لگے کہ عمرؓ ہر ہفتے کے دن سوار ہو کر اپنی ملکیت والی ایک قطعہ

زمین کی طرف جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب ہفتے کا دن آیا تو میں ان کا ٹائم نوٹ کر کے ان کے گزرنے والے راستے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ عمرؓ اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر وہاں سے گزرے، جب کہ ان کے نیچے کپڑا بچھا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کیا تو مغیرہؓ نے سلام کا جواب دیا اور کہا امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

جب حضرت عمرؓ اپنی قطعہ زمین پر پہنچے، تو سواری سے اترے، اپنی چادر بچھائی اور اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، پھر مغیرہ ان کے سامنے بیٹھے اور بات چیت شروع ہو گئی، مغیرہ کہنے لگے کہ اے امیر المومنین! آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی موت کب آنے والی ہے؟ پھر آپ لوگوں کے لیے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیوں نہیں کرتے؟ یا ان کو کوئی اشارہ کیوں نہیں دیتے جس کی پیروی وہ آپ کے بعد کر سکیں؟

کہتے ہیں کہ سن کر حضرت عمرؓ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے، کہ تم لوگ جمع ہوئے، پھر ایک دوسرے سے سوال کیا کہ آئندہ امیر المومنین کون ہوگا؟ کسی نے کہا، علیؓ ہوں گے، کسی نے کہا، عبداللہ بن عمرؓ ہوں گے کیوں کہ وہ امیر المومنین کے بیٹے ہیں۔ کیا انہوں نے اس بات کو زیادہ پر امن طریقہ محسوس نہیں کیا کہ آل عمر میں سے دو آدمیوں سے پوچھ لیتے؟ میں نے کہا کہ میں اس بارے میں نہیں جانتا، پھر میں نے کہا کہ آپ جانشین مقرر کیجیے۔

انہوں نے پوچھا: کس کو؟

میں نے کہا: عثمانؓ کو۔

انہوں نے کہا: مجھے اس کے ساتھ معاہدے اور اس کی خود پسندی سے ڈر ہے۔

میں نے کہا: پھر عبدالرحمن بن عوفؓ کو۔

انہوں نے کہا: کم زور مسلمان ہیں۔

میں نے کہا: پھر زبیرؓ کو۔

انہوں نے کہا: سخت مزاج ہیں۔

میں نے کہا: پھر طلحہ بن عبیداللہؓ کو

انہوں نے کہا: اس کی رضامندی تو مومن کی رضامندی ہے جب کہ غصہ کافر کا ہے۔ اگر میں خلافت کی ذمے داری ان کو سونپ دوں تو مہر اس کی بیوی کے ہاتھ میں ہوگی۔

میں نے کہا: پھر علیؓ کے بارے میں کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا: بے شک علیؓ ان میں سب سے قابل ہیں اگر وہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق حکم رانی کریں۔ لیکن ہم ان پر مذاق کے طور پر عیب لگایا کرتے تھے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ سالم سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنی بہن حفصہ کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمھارے ابو تمہیں اپنا جانشین نہیں بنا رہے ہیں؟

میں نے کہا، یقیناً وہ ایسا نہیں کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا، یقیناً وہ ایسا کرنے والے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میں نے قسم اٹھائی کہ میں اس سلسلے میں ان سے بات کروں گا۔ لیکن میں خاموش رہا جب تک کہ میں ایک غزوے سے واپس نہیں آیا، میں نے کوئی بات نہیں کی۔ جب غزوے سے واپسی ہوئی تو میں ایسا محسوس کر رہا تھا گویا میں نے اپنے دائیں کندھے پر پہاڑ اٹھایا ہوا ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے لوگوں کا حال دریافت کیا اور میں نے لوگوں کا حال بتا دیا۔ پھر میں نے ان سے عرض کیا کہ میں نے لوگوں سے کچھ باتیں سنی ہیں، میں نے قسم کھائی کہ آپ کے سامنے وہ باتیں رکھوں گا۔ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ کسی کو اپنا جانشین نہیں بنا رہے ہیں، اگر آپ نے اپنے بھیڑ بکریوں یا اونٹوں کے لیے کوئی چرواہا رکھا ہوا ہے پھر وہ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر آپ کے پاس آتا ہے تو کیا آپ خیال نہیں کریں گے کہ وہ مال ضائع ہو جائے گا؟ اگر ایسا ہے تو لوگوں کی رعایت اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے میری بات کو معقول خیال کیا تھوڑی دیر تک سر نیچے کیا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرمائیں گے۔ اگر میں کسی کو اپنا جانشین نہیں بناتا تو کوئی بڑی بات نہیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا تھا، اور اگر میں کسی کو اپنا جانشین بناتا ہوں تو ابو بکر کی سنت ہے کہ انہوں نے اپنا جانشین بنایا ہے۔

کہتے ہیں اس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کا ذکر کیا اور میں پہچان گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے انحراف کرنے والے نہیں ہیں اور کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

## ابو بکرؓ کا عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کرنا

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ قاسم بن محمد سے اور وہ اسماء بنت عمیسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ ایک شخص ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اللہ اس پر رحم کرے جب کہ ابو بکرؓ سخت بیمار تھے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ نے عمرؓ کو اپنا جانشین بنایا جب کہ وہ ہم پر بہت سخت ہیں حال آں کہ ان پاس ابھی اختیار بھی نہیں۔ اگر ان کو ہم پر حکم رانی کا حق حاصل ہو جائے تو وہ انتہائی سخت گیر ہو جائیں گے اور ہم پر اپنی بڑائی جتائیں گے، جب آپ اللہ کے پاس جائیں گے تو اس کا کیا جواب دیں گے؟

ابو بکرؓ نے کہا مجھے بٹھا دو، لوگوں نے ان کو بٹھا دیا تو کہنے لگے، کیا تم نے مجھے اللہ ہی سے ڈرایا ہے؟ جب میری ملاقات اللہ سے ہو جائے تو کہوں گا اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سب سے بہتر شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ معمر نے زہری سے پوچھا کہ تیری مخلوق میں سے بہتر سے کیا مراد ہے؟ کہا کہ اس سے مراد اہل مکہ میں سے سب سے بہتر شخص ہیں۔

## ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

عبدالرزاق، معمر سے وہ ایوب سے اور وہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جب ابو بکر صدیقؓ کے لیے بیعت لی جا رہی تھی تو علیؓ دست بردار ہو کر اپنے گھر میں بیٹھے رہے، حضرت عمرؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کیا آپ ابو بکرؓ کی بیعت سے پیچھے رہ گئے؟ تو کہنے لگے میں نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک میں قرآن کریم کو جمع نہ کروں اس وقت تک میں فرض نمازوں کے علاوہ کبھی چادر نہیں اوڑھوں گا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں قرآن ہم سے چھوٹ نہ جائے، پھر باہر آئے اور بیعت کی۔

عبدالراق، معمر سے وہ ابو اسحاق سے وہ علاء بن عرار سے روایت کرتے ہیں، علاء بن عرار نے کہا کہ میں نے ابن عمرؓ سے علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ علیؓ! یہ ان کا گھر ہے مراد یہ ہے کہ ان کا گھر نبی ﷺ کے گھر کے ساتھ ہی مسجد میں ہے۔ اور عثمانؓ کے بارے میں بتاؤں! اللہ ان پر رحم کرے، اس نے اللہ کے معاملے میں بہت بڑا گناہ کیا تو اللہ نے ان کو بخش دیا۔ لیکن تمھارے معاملہ میں چھوٹی سی غلطی کی تو تم نے اسے قتل کر دیا۔

عبدالرزاق نے بتایا کہ ان کو ابن مبارک نے مالک بن مغول سے اور اس نے ابن ابجر کے حوالے سے بتایا کہ جب ابوبکرؓ کی بیعت لی جارہی تھی تو ابوسفیانؓ حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا، کہ حکم رانی کے معاملے میں قریش کے کم تر لوگ اہل بیت پر غالب آگئے ہیں۔ خدا کی قسم! کہو تو میں (ان لوگوں کے خلاف) اس شہر کو پیادوں اور سواروں سے بھر سکتا ہوں۔ علیؓ نے فرمایا: جب تم اسلام اور اہل اسلام کے دشمن رہے تو اس سے اسلام اور اہل اسلام کو کوئی نقصان نہیں ہوا (اب بھی ایسا نہیں ہوگا)۔ ہم نے ابوبکرؓ کو اس کا اہل سمجھا ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ ایوب سے اور وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے علیؓ سے کہا کہ مجھے قریش کے بارے میں بتایے، حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ سیاسی بصیرت کے اعتبار سے سب سے آگے ہمارے بھائی بنوامیہ ہیں۔ میدان جنگ میں زیادہ بہادر اور مال مملوک میں زیادہ سخاوت کرنے والے بنی ہاشم ہیں اور قریش کی خوش بو جس کو سونگھا جاسکتا ہے وہ بنی مغیرہ ہیں۔ بس آج کے دن کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے قریش کے بارے میں بتایے تو فرمایا کہ ہم بنوہاشم بہادر، ممتاز، نیک اور سخی ہیں۔ ہمارے بھائی بنوامیہ حفاظتی اعتبار سے مقدمۃ الجیش ہیں۔ اور قریش کی خوش بو، جو سونگھنے کی قابل ہے وہ بنومغیرہ ہیں۔

## غزوہ ذات السلاسل اور علی و معاویہ کی خبر

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ زہری نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینے کی طرف ہجرت کے بعد جب ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے لوگ بھی واپس مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے ملک شام کی طرف دو دستے بھیجے: یہ دستے کلب، بلقین، غسان اور ان کفار عرب کے خلاف بھیجے جو شام کے بلند مقامات پر آباد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک دستے پر ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امیر مقرر فرمایا جن کا تعلق بنوفہر سے تھا۔ جب کہ دوسرے دستے کا امیر عمرو ابن العاصؓ کو بنایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ابوعبیدہؓ کے دستے کو چھوڑدیا۔ جب دونوں دستوں کے نکلنے کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراحؓ اور عمرو ابن العاصؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ تم ایک دوسرے کی نافرمانی مت کرنا۔

جب مدینے سے نکلے تو ابو عبیدہؓ نے عمرو ابن العاصؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرنے کا حکم دیا ہے، اب یا تو میں آپ کی اطاعت کروں ورنہ آپ میری اطاعت کریں، اس پر عمرو ابن العاص نے کہا کہ آپ میری اطاعت کریں، چناں چہ ابو عبیدہؓ نے عمرو ابن العاصؓ کی اطاعت شروع کی۔ اب عمروؓ دونوں دستوں کے امیر ہوگئے، اس پر حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوگئے اور ابو عبیدہؓ سے بات کی اور کہا کہ کیا تم نابغہ کے بیٹے کی اطاعت کروگے اور اس کو اپنے اور ابو بکرؓ اور ہمارے اوپر امیر بناؤگے؟ یہ میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔

ابو عبیدہؓ نے عمر بن خطابؓ سے کہا کہ میری ماں کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں سے عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کروگے۔ مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہوگی اور میرے اور اس کے درمیان لوگ حائل ہوجائیں گے۔ خدا کی قسم میں اس سفر سے واپسی تک اس کی اطاعت کروں گا۔ جب واپس لوٹے تو عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی اور اس بات کا شکوہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کو تم لوگوں پر ترجیح نہیں دے رہا، بل کہ یہ سب تمھارے بعد ہیں، اس سے وہ مہاجرین مراد لے رہے تھے۔

اس کو غزوہ ذات السلاسل اس وجہ سے کہا گیا کہ اس غزوے میں بڑی تعداد میں عرب پکڑے گئے اور قید کیے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنایا اس وقت وہ نوجوان تھے۔ اس میں عمر بن خطاب اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو بھی انہوں نے دستے کی کمان میں رکھا۔ اس دستے کی روانگی سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ بعد میں ابو بکر صدیقؓ نے ان کے فیصلے کو برقرار رکھا اور نافذ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے تین کمانڈروں کو شام بھیجا۔ خالد بن سعید کو ایک لشکر کا امیر بنایا، عمرو ابن العاصؓ کو دوسرے لشکر کا امیر منتخب کیا، شرحبیل بن حسنہ کو تیسرے لشکر کا امیر بنایا اور خالد بن ولیدؓ کو ایک اور لشکر پر امیر بنا کر عراق روانہ کیا۔

پھر عمرؓ نے ابو بکرؓ سے بات چیت کی اور وہ ابو بکرؓ پر زور ڈالتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے یزید بن ابی سفیان کو خالد بن سعید اور ان کے لشکر پر امیر مقرر کیا۔ اس تبدیلی کی وجہ حضرت عمرؓ کے دل میں خالد بن سعید کے لیے وہ کھٹک تھی جو ان کے دل میں اس وقت پیدا ہوئی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خالد بن سعید یمن سے آئے تو حضرت علیؓ سے ملاقات کی اور ان سے کہا تھا کہ عبد مناف! کیا تم لوگ

مغلوب ہو گئے ہو؟ اس بات کو حضرت ابو بکرؓ نے بہت زیادہ محسوس نہیں کیا، لیکن اس کی کھٹک حضرت عمرؓ کے دل میں رہی۔ اس وقت ان سے کہا تھا کہ تمہیں اختیار چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جب ابو بکرؓ نے ان کو سپہ سالار بنایا تو عمرؓ نے وہ بات یاد دلادی اور ابو بکرؓ پر زور دیا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ چناں چہ ابو بکرؓ نے ان کو ہٹا کر اس کی جگہ یزید بن سفیان کو سپہ سالار بنایا، لیکن یزید بن ابی سفیان نے شام میں ذوالمرہ کے مقام پر پہنچ کر خالد بن سعید کو ایک مرتبہ پھر ذمے دار بنایا۔ ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کو خط لکھا اور ان کو اپنا لشکر لے کر شام پہنچنے کا حکم دیا، چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا ابو بکرؓ کے وصال تک شام چار سپہ سالاروں کی نگرانی میں رہا۔

جب حضر عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے خالد بن ولیدؓ کو ہٹا کر ان کی جگہ ابو عبیدہ بن جراحؓ کو سپہ سالار بنایا۔ پھر وہ الجابیہ گئے وہاں شرحبیل بن حسنہ کو ہٹا کر ان کے لشکر کو تین امرا کے درمیان تقسیم کیا۔ شرحبیل نے پوچھا کہ امیر المومنین کیا میں نااہل ہوں یا کسی خیانت کا مرتکب ہوا ہوں؟ فرمایا، نہ ہی تم نااہل ہو اور نہ تم نے کوئی خیانت کی ہے۔ شرحبیل نے پوچھا پھر کس وجہ سے مجھے معزول کیا گیا؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا حرج کی بات یہ ہے کہ تم سے زیادہ توانا لوگوں کی موجودگی میں، میں تمہیں امیر کیسے بناؤں؟ شرحبیل نے کہا کہ امیر المومنین! پھر میری عزت کے لیے آپ لوگوں کو کوئی وجہ بتایے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ٹھیک ہے بیان کروں گا، لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی اور وجہ بھی میرے ذہن میں آجائے تو میں ہٹانے کی وجہ بیان نہیں کروں گا۔ کہتے ہیں پھر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے وجہ بیان کردی تھی اس کے بعد عمرو ابن العاصؓ کو مصر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

اب شام دو امیروں ابو عبیدہ ابن الجراح اور یزید بن ابی سفیان کے ماتحت رہ گیا۔ جب ابو عبیدہ ابن الجراح کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے خالد اور ان کے چچازاد بھائی عیاض بن غنم کو اپنا جانشین مقرر کیا، پھر عمرؓ نے بھی اس کی تصویب کی۔ جب حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ نے عیاض بن غنم کو کیسے ذمے دار مقرر کیا جب کہ وہ کھلے ہاتھ کا مالک ہے، اس سے کوئی چیز مانگیں تو کسی کو منع نہیں کرتا۔ جب کہ خالد بن ولیدؓ کو آپ نے اسی لیے ہٹایا تھا کہ وہ آپ سے پوچھے بغیر لوگوں کو مال دیتے تھے، تو عمرؓ کہنے لگے کہ یہ عیاض کی عادت ہے کہ وہ اپنے مال میں بھی کھلے ہاتھ کا مالک ہے۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اس فیصلے کو بدلنا نہیں چاہتا جو ابو عبیدہ بن جراحؓ نے کیا ہے۔

کہتے ہیں: پھر یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا توان کی جگہ معاویہؓ کو مقرر کیا گیا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو یزید کے انتقال کی خبر دی اور تعزیت کی۔ ابوسفیان نے کہا اللہ ان پر رحم کرے، لیکن یہ بتایے کہ ان کی جگہ کس کو امیر مقرر کیا؟ حضرت عمرؓ نے بتایا معاویہؓ کو۔ اس پر ابوسفیان کہنے لگے، کہ اللہ کرے صلہ رحمی آپ میں برقرار رہے۔ پھر عیاض بن غنم کا انتقال ہوا توان کی جگہ عمیر بن سعد الانصاریؓ کو امیر مقرر کیا چناں چہ حضرت عمرؓ کی شہادت تک شام معاویہ اور عمیر رضی اللہ عنہما کی امارت میں رہا۔

جب عثمانؓ خلیفہ بنے تو عمیرؓ کو معزول کیا اور پورا شام معاویہؓ کے ماتحت کردیا۔ کوفے سے مغیرہ بن شعبہؓ کو ہٹا کر سعد بن ابی وقاصؓ کو امیر بنایا۔ مصر سے عمرو ابن العاصؓ کو ہٹا کر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو امیر مقرر کیا۔ اسی طرح ابوموسی اشعریؓ کو ہٹا کر عبداللہ بن عامر بن کریز کو امیر مقرر کیا۔ پھر کوفے سے سعد بن ابی وقاصؓ کو ہٹا کر الولید بن عقبہ کو امیر بنایا، جب ولید بن عقبہ پر لوگوں کی طرف کچھ الزامات ثابت ہوئے تو اس کو کوڑے لگائے اور منصب سے ہٹا کر سعید بن العاص کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اب لوگوں نے ان کے خلاف شکایتیں کیں اور فتنے پھوٹ پڑے، اسی دوران سعید ابن العاص حج کے سفر پر چلے گئے جب واپس آنے لگے توان کو مخالف عراقی لشکر کا سامنا کرنا پڑا جس نے ان کو مقام عذیب سے واپس جانے پر مجبور کیا۔ ادھر سے اہل مصر نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو اپنے ہاں سے نکال دیا، البتہ اہل بصرہ نے عبداللہ بن عامر بن کریز کو اپنے ہاں برقرار رکھا۔

یہ پہلا فتنہ تھا جو عثمانؓ کی شہادت تک جاری رہا۔ ان کے بعد لوگوں نے علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت علیؓ نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو پیغام بھیجا کہ اگر چاہتے ہیں تو میرے ہاتھ پر بیعت کریں ورنہ میں ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کے لیے تیار ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کے لیے تیار ہیں۔ یہ کہ کر وہ دونوں فوراً مکے روانہ ہوگئے، وہاں حضرت عائشہؓ موجود تھیں جو ان دونوں حضرات کی ہم خیال تھیں اور ان کی رائے کی تائید کررہی تھیں۔ چناں چہ قریش کی بڑی تعداد نے ان حضرات کی اطاعت قبول کی اور یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے بصرے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کے ساتھ عبدالرحمن بن ابی بکر، عبدالرحمن بن عتاب بن اسید، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام، عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حکم قریش کے دیگر لوگوں کے ساتھ نکلے۔ ان لوگوں نے اہل بصرہ سے بات چیت کی اور ان کو باور کرایا کہ حضرت عثمانؓ کو مظلوم شہید کیا گیا ہے۔ اور ہم لوگ

عثمانؓ کے معاملے میں مغلوب ہونے پر نادم ہو کر آئے ہیں۔ اہل بصرہ میں سے اکثر نے ان کی حمایت کی البتہ احنف اپنے قبیلہ بنو تیم کے ساتھ الگ ہو گیا اور عبد القیس حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کے لیے چلا گیا۔

حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر سوار ہو گئیں جسے عسکر کہا جاتا تھا اس پر ہودج رکھا ہوا تھا جس میں حضرت عائشہ موجود تھیں اور یہ ہودج گائے کی کھال سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے درمیان موجود رہنے کا میرا مقصود یہ تھا کہ ان کے درمیان کوئی لڑائی نہ ہو، اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس کے باوجود بھی لڑائی ہو کر رہے گی تو میں کبھی وہاں نہ کھڑی ہوتی۔ کہتی ہیں کہ لوگوں نے میری بات نہیں سنی اور نہ ہی توجہ کی۔

بہر حال جنگ ہو گئی اور قریش کے ستر آدمی مارے گئے یہ سب کے سب عائشہؓ کی سواری کی لگام تھامے رہے یہاں تک کہ قتل کیے گئے۔ پھر ہودج کو اتار کر ایک قریبی مکان میں رکھ کر محفوظ کیا، اس موقع پر مروان شدید زخمی ہو گیا۔ طلحہ بن عبید اللہ شہید ہو گئے اور زبیرؓ بھی وادی سباع میں شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عائشہؓ اور مروان، قریش کے لوگوں کو لے کر نکلے بعض مدینے آئے، لیکن حضرت عائشہؓ مکے آگئیں۔ اس وقت مروان اور اسود بن ابی البختری مدینہ اور اہل مدینہ پر حاکم تھے۔

پھر حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں کے لشکر مدینے اور مکے پہنچ رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ ان دو حضرات میں سے جو پہلے مکہ پہنچ جائے گا وہ ایام حج میں امیر الموسم ہوگا۔ اس کش مکش میں ام المومنین ام حبیبہؓ، ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس گئیں انہوں نے آپس میں بات چیت کی اور طے کیا کہ ہم دونوں مل کر علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کو خط لکھیں گے اور یہ مطالبہ کریں گے کہ دونوں اپنے اپنے حامی لشکروں کو لوگوں کو خوف زدہ کرنے سے روکیں جب تک کہ امت کسی ایک شخص کو اپنا امام بنانے پر متفق نہ ہو جائے۔ ام حبیبہؓ نے ام سلمہؓ سے کہا کہ آپ میرے بھائی معاویہؓ کو خط لکھیں اور خود ام حبیبہؓ کی ذمے داری لگائی گئی کہ وہ حضرت علیؓ کو خط لکھیں گی۔ ان دونوں نے خط لکھا اور قریش وانصار کا وفد ان کے پاس بھیجا اور ان سے اپنے اپنے لشکر روکنے کا مطالبہ کیا۔ نتیجے میں حضرت معاویہؓ، ام حبیبہ کے خط پر راضی ہو گئے، لیکن علیؓ ام سلمہ کے خط پر راضی ہونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ حسن بن علیؓ نے ان کو ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اب کیا تھا کہ دونوں طرف سے لشکر آتے

رہے، تنازعہ چلتا رہا، یہاں تک کہ حضرت علی اللہ ان پر رحم فرمائے شہید کر دیئے گئے اور لوگ معاویہؓ پر متفق ہو گئے۔ اس فتنے کے پورے دورانئے میں مدینے پر مروان اور ابوالبختری حاکم رہے۔

ادھر مصر علی ابن ابی طالبؓ کے ماتحت تھا، انہوں نے وہاں قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری کو امیر بنایا ہوا تھا جس نے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی معیت میں انصار کا پرچم اٹھایا ہوا تھا۔ قیس لوگوں میں صاحب الرائے تھے جب تک کہ فتنے کا غلبہ نہ ہوا۔ اور دوسری طرف معاویہ اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما تھے جو قیس کو مصر سے نکالنے اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ قیس نے ان کو اس وقت تک مضبوطی سے پسپا کیے رکھا جب تک کہ معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے حامی قیسؓ کے خلاف چال نہیں چلی۔

کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اہل قریش میں سے اپنے ایک مشیر سے گفت گو کر رہے تھے اس دوران انہوں نے بتایا کہ میں نے علیؓ کے طرف دار قیس بن سعد کے خلاف جو چال چلی زندگی میں اس سے بہتر کوئی کام نہیں کیا اس وقت علیؓ عراق میں تھے اور قیس بن سعد نے مصر میں ہمارا راستہ روک رکھا تھا۔ اس وقت میں نے اہل شام سے کہا کہ تم قیس کو برا مت کہو اور مجھے اس سے لڑنے پر مجبور مت کرو، کیوں کہ قیس ہمارا ہی حامی اور پیروکار ہے، دیکھو میرے پاس اس کے خطوط آتے ہیں اور اس کی طرف سے تجاویز بھی آتی رہتی ہیں۔ کیا آپ لوگ نہیں جانتے؟ کہ تمھارے بھائی اہل خربتا کے ساتھ وہ کتنا اچھا سلوک کر رہے ہیں، ان کو عطیات اور راشن بھی دے رہے ہیں، ان کے راستوں کو پرامن بنا رہے ہیں اور ان میں سے جو شخص قیس کے پاس جائے اس کے ساتھ اچھا سلوک کر رہے ہیں، لہذا ہم اس کی اچھی تجاویز کو برا نہیں کہہ سکتے۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں یہ بات عراق میں اپنے ایک حمایتی کو خط میں لکھتا رہا اور مجھ سے یہ باتیں اہل عراق میں سے حضرت علی کے جاسوسوں نے بھی سنیں۔

جب یہ باتیں علی تک پہنچیں، عبداللہ بن جعفر اور محمد بن ابوبکر نے یہ باتیں پہنچائیں تو علی نے قیس بن سعد پر الزام لگایا اور اس کو خط لکھا کہ تم اہل خربتا کے خلاف کاروائی کرو، ان دنوں اہل خربتا کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی، ادھر قیس نے کاروائی کرنے سے انکار کیا اور اور حضرت علی کو جواب لکھا کہ یہ مصر کے بااثر شرفا اور جنگ جو لوگ ہیں، یہ مجھ سے صرف اس وجہ سے راضی ہیں کہ میں نے ان کے راستوں کو پرامن بنایا ہے ان کو عطیات اور راشن دیتا ہوں، جب کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ معاویہ کے حمایتی ہیں۔ میرے اور آپ کے مفاد کے لیے وہی حکمت عملی بہتر ہے جو میں نے آج ان کے ساتھ اپنائی ہوئی

ہے۔اگر میں ان کے خلاف اعلان جنگ کر دوں تو یہ آپس میں متحد ہو جائیں گے۔یہ عرب کی عظیم اکثریت ہیں جن میں بسر بن ارطاۃ،مسلمہ بن مخلد اور معاویہ بن حدیج الخولانی بھی موجود ہیں۔آپ مجھے اور میری حکمت عملی کو اپنے حال پر چھوڑیے ان لوگوں کے بارے میں،میں زیادہ بہتر جانتا ہوں۔اب علیؓ قتال سے کم پر راضی نہ ہوئے اور قیس نے قتال کرنے سے انکار کیا اور حضرت علیؓ کو خط لکھا کہ اگر مجھ پر کوئی الزام ہے تو مجھے اس منصب سے ہٹا کر کسی دوسرے کو یہاں بھیجیے۔

اب حضرت علی نے اشتر کو مصر کا امیر بنا کر بھیجا،جب وہ دریائے قلزم پر پہنچا تو شہد کا مشروب پیا جو اس کے انتقال کا باعث بنا۔یہ خبر جب معاویہ اور عمرو ابن العاص تک پہنچی تو عمرو نے کہا کہ اللہ کی فوج شہد میں بھی موجود ہے۔جب اشتر کی وفات کی خبر علیؓ تک پہنچی تو محمد بن ابی بکر کو امیر بنا کر مصر بھیجا۔جب یہ خبر قیس تک پہنچی کہ ان کو امیر بنا کر بھیجا گیا ہے تو انتظار کیا،جب ملاقات ہوئی تو محمد بن ابی بکر کو الگ کر کے ان کو کچھ باتیں بتائیں اور کہنے لگے کہ آپ ایسے شخص کے پاس سے آئے جن کو جنگی حکمت عملی کا پتہ نہیں،آپ مجھے معزول کرنے آئے ہیں لیکن آپ کا یہ کام کچھ نصیحت کی باتوں سے مجھے نہیں روکے گا، کیوں کہ جس معاملے سے متعلق ہو کر آپ آئے ہیں اس میں مجھے بصیرت حاصل ہے۔میں آپ کو اپنی وہ حکمت عملی اور جنگی چال بتاؤں جو میں نے معاویہ اور عمرو ابن العاص کے حوالے سے اہل خربتا کے ساتھ اپنائی ہے۔تم بھی وہی حکمت عملی اپناؤ،اگر کوئی اور طریقہ اپنایا تو ہلاک ہو جاؤ گے،یہ کہ کر قیس نے وہ ساری چال اور حکمت عملی ان کو بتا دی۔لیکن محمد بن ابی بکر نے اس کو اہمیت ہی نہ دی بلکہ اس کے خلاف حکمت عملی اپنالی۔

جب محمد بن ابی بکر مصر آئے تو قیس مدینے روانہ ہوئے لیکن مدینے کے مروان اور اسود بن ابی البختری نے قیس کو ڈرایا دھمکایا۔جب قیس کو لگا کہ اس کو پکڑ کر قتل بھی کرایا جا سکتا ہے تو وہ سیدھے علیؓ کے پاس روانہ ہوئے۔ادھر معاویہؓ نے مروان اور اسود بن ابو البختری کو غصے کا اظہار کیا کہ تم دونوں نے قیس کی رائے اور اس کی چالوں سے گویا علیؓ کی مدد کی ہے۔خدا کی قسم!اگر تم لوگ ایک لاکھ جنگ جوؤں سے اس کی مدد کرتے تو تم پر اتنا غصہ نہ آتا جتنا قیس بن سعد کو علی کے پاس بھیجنے سے آیا۔

بہر حال قیس بن سعد،حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور حضرت علی پر حقیقت حال کھل گئی اور ادھر سے محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر ان کو ملی تو سمجھ گئے کہ قیس جس حکمت عملی کے ساتھ کام کر رہے تھے وہ علی اور ان وزیروں و مشیروں کی رائے سے کہیں برتر تھی۔اب حضرت علی نے تمام معاملات میں قیس کی

اطاعت کی اور اس کو اہل عراق اور آذر بائیجان کے لشکروں کا سپہ سالار بنایا اور یہی نہیں بل کہ ان پچاس فدائین کے دستے پر جنہوں نے اپنی جان نثار کرنے کا حلف اٹھایا تھا ان پر بھی امیر بنایا۔ پھر ایک ہزار لوگوں نے علی کے ہاتھ پر موت تک لڑنے کی بیعت کی۔ قیس حضرت علی کی شہادت تک اپنی حکمت عملی اور چالوں کے ساتھ بر سرِ پیکار رہے۔

حضرت علیؓ کے بعد اہل عراق نے حسن بن علیؓ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ حسنؓ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن وہ معاویہؓ سے جتنا ہو سکے ذاتی طور پر فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ جس کے بعد جماعت میں داخل ہو کر بیعت کرنا چاہتے تھے، لیکن حسن کو یہ بات معلوم تھی کہ قیس بن سعد ان کی یہ بات کبھی نہیں مانیں گے۔ چناں چہ حسنؓ نے قیس بن سعد کو برطرف کر کے ان کی جگہ عبیداللہ بن عباسؓ کو امیر بنایا۔ ادھر جب عبیداللہ بن عباسؓ کو حسنؓ کے ارادے کا اندازہ ہوا تو انہوں نے معاویہؓ کو خط لکھا جس میں ان سے امان طلب کی اور اپنے لیے زیادہ سے زیادہ مال و دولت کے حصول کی شرط لگائی۔ یہ شرط حضرت معاویہؓ نے قبول کر لی اور ابن عامر کو گھڑ سواروں کا ایک بڑا دستہ دے کر ان کی طرف بھیجا، اب عبیداللہ بن عباسؓ رات کے وقت اپنے گھر سے نکلا، اپنے لشکر جس کا اس کو سپہ سالار بنایا گیا تھا کو بغیر سپہ سالار کے چھوڑا اور معاویہؓ کے دستے سے جا ملا، اسی لشکر میں قیس بن سعد بھی تھے۔ چناں چہ اس لشکر کے محافظ دستے نے قیس بن سعد کو اپنا امیر منتخب کیا۔ پھر انہوں نے آپس میں عہد و معاہدہ کیا کہ معاویہ اور عمرو بن العاص سے جنگ کریں گے، جب تک کہ علی کے طرف داروں اور ان کے پیروکاروں کو جان، مال اور ہر طرح کا تحفظ دلائیں۔ جب معاویہؓ، عبیداللہ اور حسن رضی اللہ عنہما سے فارغ ہوئے تو اپنی پوری توجہ ایک ایسے شخص کی طرف کر دی جو ان کے نزدیک چال چلنے میں بڑے ماہر تھے۔ اس وقت معاویہؓ کے پاس چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ حضرت معاویہ، عمرو ابن العاص اور اہل شام کے لشکر نے مل کر چالیس دنوں تک جنگی محاصرہ کیا، اس دوران معاویہؓ نے قیس کے پاس پیغام بھیجا، ان کو اللہ کا واسطہ دیا اور ان کو اطاعت کرنے کو کہا، ساتھ میں کہا کہ اس شخصیت نے جس کی تم اطاعت کرتے رہے، نے بھی میری اطاعت قبول کی ہے، اس پر بھی قیس نے انکار کیا۔ بالآخر معاویہؓ نے قیس کے پاس ایک دستاویز بھیجی جس کے آخر میں پہلے سے مہر لگی ہوئی تھی اور کہا، اس دستاویزی کاغذ پر جو تمہیں چاہیے وہ لکھو سب مل جائے گا۔

عمرو ابن العاص نے معاویہؓ سے کہا کہ یہ سب کچھ قیس کو پیش کش کرنے کی ضرورت نہیں بل کہ اس سے لڑو۔ معاویہ جو، ان دو میں بہتر آدمی تھے نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ ذرا ٹھہر جاؤ! ہم اس وقت تک جنگ نہیں لڑیں گے جب تک کہ ان کی تعداد کے برابر لوگ اہل شام میں سے قتل نہ کیے جائیں، ہاں اس وقت پھر زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اور خدا کی قسم! جب تک یہ کیفیت نہ ہو میں ہرگز جنگ شروع نہیں کروں گا۔ جب یہ دستاویزی کاغذ قیس کے پاس بھیجا گیا تو قیس نے اپنی جان اور علیؓ کے طرف داروں کی جان و مال کی حفاظت کی شرط لگائی، لیکن معاویہؓ سے کسی قسم کے مال کا مطالبہ نہیں کیا، چناں چہ معاویہؓ نے اس کی شرط کے مطابق اسے نوازا، یوں قیس اور اس کے ساتھی جماعت مسلمین میں داخل ہوئے۔

جب سے فتنے کھڑے ہوگئے، عرب میں پانچ آدمی اپنی عقل ورائے اور کید وتدبیر میں مشہور ہوئے، ان میں قریش سے معاویہ و عمرو تھے، انصار کے قیس بن سعد اور مہاجرین میں سے عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی جب کہ بنوثقیف میں سے مغیرہ بن شعبہ تھے۔ ان میں سے علی کے طرف دار قیس بن سعد اور عبد اللہ بن بدیل تھے۔ جب کہ مغیرہ بن شعبہ نیوٹرل تھے جو طائف میں اپنا وقت گزار رہے تھے۔

جب دونوں طرف سے حکم مقرر کیے گئے اور وہ دونوں مقام اذرح میں جمع ہوگئے تو مغیرہ بن شعبہؓ ان کے پاس گئے۔ دونوں ثالثوں نے عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ پھر قریش کے بہت لوگ ان کے طرف گئے، معاویہؓ اہل شام کے ساتھ اس جگہ گئے۔ اس تحکیم میں ابو موسی اشعری اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما دونوں جماعتوں کے نمائندے تھے۔ تاہم علی اور اہل عراق نے وہاں جانے سے انکار کیا۔ اس موقع پر مغیرہ بن شعبہ نے قریش کے اہل رائے سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں کیا یہ دونوں ثالث مسئلے کے حل تک پہنچ جائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر پا رہے۔ اس پر مغیرہ نے کہا: اگر میں ان میں سے ہر ایک ثالث کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کروں تو امید ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے گا۔

یہ کہہ کر وہ پہلے عمرو ابن العاصؓ کے پاس گئے، ان ہی سے آغاز کیا، پوچھا: اے ابو عبد اللہ! میرے سوالوں کا جواب دیجیے۔ آپ معتزلہ کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟ کیوں کہ اس قتال میں ہمارے ذہنوں میں کچھ شکوک پیدا ہوگئے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمیں تھوڑا انتظار کرنا چاہیے یہاں تک کہ

امت کسی ایک امام پر متفق نہ ہو جائے۔ پھر ہم یک جہتی کے ساتھ ایک امام کی اطاعت کریں گے۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کہ میں معتزلہ کو متقی لوگوں سے پیچھے اور فاجر لوگوں کا گروہ تصور کرتا ہوں۔

یہ سن کر مغیرہ نے کوئی اور سوال نہیں کیا بل کہ واپس لوٹے اور ابو موسی اشعریؓ کے پاس گئے، ان کو الگ کیا اور ان سے وہی سوال کیا جو انہوں نے عمرو سے کیا تھا۔ اس کے جواب میں ابو موسی اشعری نے کہا کہ میں تم لوگوں کو مثبت رائے والے لوگ خیال کرتا ہوں اور باقی مسلمانوں کو اسی خیال کا حامل تصور کرتا ہوں۔ یہ جواب سن کر مغیرہ لوٹے اور کوئی دوسرا سوال نہ کیا۔ جب واپس قریش کے ان صاحب الرائے لوگوں کے پاس آئے جن سے اس سے پہلے سوال پوچھا تھا تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ دونوں ثالث کسی نتیجے پر پہنچنے والے نہیں ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی رائے کی طرف دوسرے کو بلائے گا، یوں یہ تحکیم بے نتیجہ رہے گی۔

جب دونوں نمائندے مذاکرات کی جگہ پہنچے اور الگ تھلگ ہو کر بات چیت کی تو عمرو کہنے لگے اے ابو موسی! میرا خیال ہے کہ ہمیں حق پر فیصلہ کرنا چاہیے ہمیں عہد کی پاس داری کرنے والوں کے ساتھ وفا اور دھوکہ دہی کرنے والوں کے ساتھ بغاوت کرنا چاہیے۔ ابو موسی نے پوچھا: وہ کیسے؟ عمرو نے کہا: آپ نے دیکھا کہ معاویہ اور اہل شام نے جو وعدہ کیا تھا اس کی پاس داری کی ہے؟ ابو موسی نے کہا: ہاں، عمرو نے کہا: پھر آپ لکھ دیں، چناں چہ ابو موسی نے لکھ دیا۔

پھر عمرو نے کہا کہ میں اور آپ اپنی طرف سے ایک ایسے آدمی کا نام لیں جو اس امر خلافت کا اہل ہو۔ لہٰذا ابو موسی آپ پہلے نام لیں۔ میں آپ کی پیروی کرتے ہوئے کسی کا نام لوں گا۔

اس پر ابو موسی نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمر بن خطاب کا نام لیتا ہوں جب کہ عبداللہ بن عمر اس وقت نیوٹرل تھے۔

اس پر عمرو نے کہا: میں تمہارے لیے معاویہ بن ابی سفیان کا نام لیتا ہوں۔

یہ دونوں حضرات جب تک مجلس میں رہے اختلاف کرتے رہے، پھر لوگوں کے پاس گئے، ابو موسی کہنے لگے کہ اے لوگو! میں نے عمرو ابن العاص کو قرآن کی اس آیت کا مصداق پایا جس میں اللہ تبارک وتعالی نے کسی شخص کے بارے میں فرمایا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ O وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ O[۴۸]

اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنادو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں ) اور ہفت پارچہ علم شرائع سے مزین کیا) تو اس نے ان کو اتار دیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان سے یہ قصہ بیان کر دو۔ تاکہ وہ فکر کریں۔

اور عمرو بن عاص کہنے لگے کہ میں نے ابو موسی کو قرآن کی اس آیت کا مصداق پایا جس میں اللہ تعالی نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ O[۴۹]

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے تورات کا علم حاصل کیا پھر اس پر عمل نہیں کیا، اس گدھے کی سی ہے جس نے بہت سارا بوجھ اٹھایا ہوا ہو، سے ظالمین تک۔

پھر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے شہر کے لوگوں کو بھی ایک دوسرے کے لیے یہیں مثالیں لکھ کر بھیجیں۔

۴۸۔ الاعراف:۱۷۵۔۱۷۶

۴۹۔ الجمعہ:۵

زہری سالم سے اور وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں، معمر نے کہا کہ مجھے ابن طاؤس نے ان کو عکرمہ بن خالد نے اور ان کو عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا کہ پس معاویہ ایک رات عشاء کے وقت کھڑے ہوئے اللہ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر کہا امابعد! جو شخص حکم رانی کا دعوے دار ہے وہ ذرا اپنا چہرہ ظاہر کر دے، خدا کی قسم! جو شخص بھی تم میں سے اس کا دعوے دار بن کر کھڑا ہو میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس کا اہل ہوں۔ یہ کہہ کر وہ عبداللہ بن عمر کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: میں اپنی چادر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور ارادہ کیا کہ کہوں: حکم رانی کے بارے میں وہ لوگ دعوے دار ہیں جنہوں نے تجھ سے اور تیرے باپ سے اسلام پر جنگ لڑی ہے۔ پھر مجھے خوف ہوا کہ میری زبان سے جذباتی ہو کر کوئی ایسا لفظ کہیں نہ نکلے جو مسلمانوں کے درمیان خون ریزی کا باعث بنے، اور مجھے میرے شعور کے خلاف چیز پر آمادہ نہ کرے۔ اللہ نے آخرت کے صلے کا جو وعدہ کیا ہے وہ اس دنیا کی چیزوں کے مقابلے میں مجھے زیادہ پسند ہے۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر کی طرف چلا۔ میرے پیچھے حبیب بن مسلمہ آئے اور کہنے لگے: حضرت جب وہ بات کر رہے تھے تو آپ کو جواب دینے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے کہا کہ میں نے جواب دینے کا ارادہ تو کیا تھا، پھر پیش نظر یہ رہا کہ کہیں میری کسی بات سے مسلمانوں کی جماعت میں کوئی پھوٹ نہ پیدا ہو جائے، اور غیر شعوری طور کسی ایسی چیز کا ارتکاب نہ ہو جائے جو میرے مزاج کے خلاف ہو، کیوں کہ اللہ نے جس چیز کا وعدہ کیا وہ مجھے دنیا کی ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ سن کر حبیب بن مسلمہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ خود بھی محفوظ رہے اور دوسروں کو بھی آپ نے محفوظ کر دیا۔

## حجاج بن علاط کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ ثابت البنانی سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے کہا یا رسول اللہ! مکے میں میرا مال ہے اور میرے اہل و عیال بھی ہیں، میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کی طرف سے مجھے اجازت ہے کہ میں ان کے پاس جا کر کہوں کہ میں نے آپ کو شکست دی ہے یا اس جیسی کوئی بات؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو پوری اجازت دی کہ جو کہنا چاہتے ہو کہہ دو۔ چناں چہ یہ مکے پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تمھارے پاس جتنا مال ہو سکتا ہے وہ جمع کرو، میں محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے حاصل شدہ مال

غنیمت خریدنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ ان کا سارا مال غصب ہوگیا ہے۔ جب یہ بات مکے میں پھیل گئی تو مسلمان اپنے گھروں میں دب کر رہ گئے اور کفار مکہ نے بڑی فرحت و مسرت کا اظہار کیا۔ کہتے ہیں: جب یہ خبر عباس بن عبدالمطلب کو پہنچی تو وہیں بیٹھے رہ گئے اور پھر کھڑے نہیں ہو سکے۔

معمر کہتے ہیں کہ مجھے عثمان الجزری نے، مقسم کے حوالے سے بتایا کہ عباس بن عبدالمطلب نے اپنے ایک بچے کو لیا جو شکل میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا اور نام اس کا قثم تھا۔ عباس خود چت لیٹے اور بچے کو اپنے سینے پر بٹھایا اور یوں کہے جا رہے تھے:

میرا پیارا قثم اونچی ناک والے معزز شخص کا مشابہ ہے۔

جو نعمتوں والے پروردگار کے پیغمبر ہیں خاک آلود ناک والوں کی خواہش کے برعکس۔

ثابت نے کہا کہ انسؓ نے فرمایا کہ پھر عباس نے اپنے غلام لڑکے کو حجاج کے پاس بھیجا اور ان سے پوچھوایا کہ تم کیوں آئے ہو اور کیا کہنا چاہ رہے ہو؟ اللہ کا وعدہ اس سے بہتر ہے جو تم خبر لے کر آئے ہو۔ تو حجاج بن علاط نے کہا کہ ابوالفضل کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ کسی خالی گھر میں ملاقات کی جگہ طے کرے میں آؤں گا اور ایسی خبر ان کو بتاؤں گا کہ ان کو خوش کر دے گی۔ کہتے ہیں کہ لڑکا واپس آیا جب دروازے پر پہنچا تو چلا کر بولا کہ ابوالفضل تمہیں خوش خبری ہو! یہ سن کر عباس خوشی سے کود پڑے اور اس لڑکے کے ماتھے پر بوسہ دیا، اور لڑکے نے وہ بات بتائی جو حجاج نے اس سے کہی تھی، اس موقع پر عباس نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

کہتے ہیں، پھر حجاج، عباس کے پاس آیا اور خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا ہے، بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا ہے اور اللہ کے تیز مخالف لوگوں کے مال پر جاری ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے منتخب کیا اور پھر اس کو اختیار دیا کہ آزاد ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بیوی بننا چاہتی ہے کہ اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہے؟ اس نے آزاد ہو کر رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بن کر رہنے کو ترجیح دی۔ لیکن میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ میرا یہاں مال تھا میں نے ارادہ کیا تھا کہ اسے جمع کروں اور لے جاؤں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ حیلہ کرنے کی اجازت مانگی تھی اور انہوں نے مجھے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے کی اجازت دی تھی، میرے اس معاملے کو تین دن تک چھپا کے رکھنا، اس کے بعد جہاں چاہیں بیان کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حجاج کی بیوی نے جو کچھ اس کے پاس تھا مال و متاع اور زیورات وغیرہ سب جمع کیا اور یہ سب حجاج کے حوالے کیا پھر حجاج وہ لے چلتا بنا۔

تین دن کے بعد عباسؓ، حجاج کی بیوی کے پاس گئے اور پوچھا کہ تمھارے شوہر نے کیا کیا؟ اس نے وہ ساری بات بتائی کہ ایسا ایسا کر کے چلے گئے، اور ساتھ کہنے لگی کہ اللہ آپ کو شرمندہ نہ کرے اے ابوالفضل! شاید وہ خبر آپ پر شاق گزری ہوگی۔

عباس نے کہا ہاں اللہ مجھے رسوا نہیں کرے گا لیکن اللہ کا شکر ہے بات وہی ہوئی۔ جو ہمیں پسند تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر خیبر کو فتح کرایا، خیبر والوں کے مالوں پر اللہ کے تیر جاری ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو اپنے لیے منتخب فرمایا ہے، اگر تمہیں تمھارے شوہر کی ضرورت ہے تو اس سے مل جاؤ۔ وہ کہنے لگی، میں آپ کو خدا کی قسم: سچا گمان کرتی ہوں۔ عباس کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں سچا ہوں اور بات وہی ہے جو میں نے بتائی ہے۔

پھر عباس قریش کی ایک مجلس میں گئے، جب وہ ان کے پاس جانے لگے تو اہل قریش نے کہا ابوالفضل! تمھارا بھلا ہو۔ عباس نے جواب دیا کہ مجھے بھلائی ہی پہنچی ہے الحمد للہ۔ مجھے حجاج بن علاط نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ خیبر فتح ہو گیا ہے، وہاں اللہ کے تیر چلے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ علاط نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ خبر تین دن تک چھپا کر رکھوں۔ وہ اپنا مال و متاع سمیٹنے آئے تھے اور سمیٹ کر چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ غم کی کیفیت جو مسلمانوں پر طاری تھی کفار پر ڈال دی۔ مسلمان اپنے گھروں سے نکل کر عباس کے پاس آئے، عباس نے ان کو ساری خبر بتا دی جس سے تمام مسلمان نہایت خوش ہوئے اور مشرکین غم و غصے کی کیفیت میں گرفتار ہو گئے۔

## علیؓ اور عباسؓ کے درمیان رنجش

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ انس بن مالکؓ بن اوس بن حدثان النصری سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ عمر بن خطابؓ نے ایک دن میرے پاس پیغام بھیجا کہ تمھاری قوم کے گھر والوں کے کچھ نمائندے مدینے آئے ہیں اور ہم نے ان کے لیے کچھ عطیات دینے کا اعلان کیا ہے لہذا آپ ان میں تقسیم کر دیں۔ میں نے عرض کیا امیر المومنین آپ کسی اور کو حکم کرتے! تو کہنے لگے، بندہ خدا! لے لو اور ان میں تقسیم کر دو۔ انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں اس کام کی فکر میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا کہ عمرؓ کا غلام آیا اور کہنے لگا کہ عثمان، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن عوام اندر آنا چاہتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے شک ہو رہا ہے کہ طلحہ کا بھی نام لیا تھا یا نہیں۔ بہر حال ان کو اندر بلا لیا، ابھی تھوڑی دیر

گزری تھی کہ غلام پھر آیا اور کہنے لگا کہ عباس اور علی آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، عمرؓ نے اجازت دے دی اور کہا، اندر بلاؤ۔

کہتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں عباس آئے اور کہنے لگے: امیر المومنین! میرے اور علی کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کیجیے۔ یہ دونوں حضرات ان دنوں اس جائے داد پر باہمی تنازعہ کر رہے تھے جو اللہ نے بنو نضیر کے مال فیئ میں سے رسول اللہ ﷺ کو دیا تھا، اس پر مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا: ہاں! امیر المومنین ان کے درمیان فیصلہ کر دیجیے، ان کے درمیان جھگڑے کو کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے۔ میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو قائم رکھا ہوا ہے، آپ لوگ مجھے یہ بتایئے کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ ہم وارث نہیں چھوڑتے، جو ہم سے رہ جائے وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر عمرؓ نے ان دونوں سے ایسا ہی کہا: جس پر دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس وقت عمرؓ نے فرمایا: میں اس مال فیئ کے بارے میں آپ لوگوں کو بتاؤں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اپنے نبی کے ساتھ خاص فرمایا تھا، نبی کے علاوہ کسی کو کچھ بھی اس میں سے نہیں دیا اور قرآن میں فرمایا:

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ(۵۰)

اور اللہ نے اپنے رسول کو ان کا جو مال بھی فیئ کے طور پر دلوایا، اس کے لیے تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرماتا ہے۔

لہٰذا یہ مال فیئ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ خدا کی قسم! انہوں نے اپنے علاوہ کسی کے لیے اس کو مخصوص نہیں کیا اور نہ اس کو اکیلے اپنے ہونے کا دعویٰ کیا۔ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کے مال کو تم لوگوں میں تقسیم کیا اور پھیلایا، یہاں تک اس فیئ کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں بچا۔

---

۵۰۔ الحشر:۶

اسی میں سے آپؐ پورے سال اپنی اہل وعیال کو نفقہ دیتے تھے۔یا فرمایا کہ اسی میں سے اپنی اہل کے سال بھر کے لیے خرچہ جمع کرتے تھے،اس کے علاوہ سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کا نائب ہوں، لہٰذا میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر عمرؓ، حضرت علی اور عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ لوگ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ابوبکر ظالم اور فاجر ہیں، اللہ جانتا ہے وہ سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ابوبکرؓ کے بعد میں ذمے دار بنا اور اب میری حکمرانی کے دو سال گزر چکے ہیں، اس دوران ان جائے دادوں پر میں نے وہی فیصلے اور کام کیے جو کام رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر نے کیے تھے، اور آپ دونوں سمجھتے ہیں کہ میں بھی ظالم اور فاجر ہوں، اللہ جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کا پیروکار ہوں۔ تم دونوں میرے پاس آتے ہو اور یہ عباس میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے اپنے بھتیجے کی میراث طلب کرتے ہیں، اور یہ علی آتے ہیں، اگر اپنی بیوی کی میراث جو ان کو اپنے والد سے حاصل ہوئی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ میں آپ دونوں سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ مال آپ کو دوں، اس پر میں نے آپ سے عہد لیا کہ اس کو تم اسی طریقے سے استعمال کرو گے جس طریقے سے رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ اور میں نے اپنی ولایت کے دور میں کیا، اور تم دونوں نے کہا کہ آپ ہمیں دے دیں ہم بالکل اسی طرح استعمال کریں گے۔ اب کیا مجھ سے کوئی اور فیصلہ کروانا چاہتے ہو؟ اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، میں اس فیصلے سے ہٹ کر کوئی اور فیصلہ قطعاً نہیں کروں گا، اگر تم اس معاہدے پر عمل نہیں کرسکتے تو وہ جائے داد مجھے واپس لوٹا دو۔

زہری کہتے ہیں کہ اس پر حضرت علیؓ کا قبضہ ہوگیا، وہ جائے داد علی کے ہاتھ میں رہی، پھر حسن کے ہاتھ میں، پھر حسین کے ہاتھ میں، پھر علی بن حسین کے ہاتھ میں، پھر حسن بن حسن اور پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں رہی۔

معمر کہتے ہیں پھر عبداللہ بن حسن کے ہاتھ میں آئی اور پھر ان لوگوں یعنی بنو عباس کے ہاتھ میں رہی۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے اور وہ عروہ، و عمرہ سے روایت کرتے ہیں ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک پیغام بھیجا، جس کے ذریعے

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔ اس وقت حضرت عائشہؓ نے ان کو پیغام دیا کیا آپ اللہ سے ڈرتی نہیں ہیں ؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم کوئی وارث نہیں چھوڑتے ؟ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر وہ راضی ہوگئیں اور یہ مطالبہ چھوڑ دیا۔

عبدالرزاق، عروہ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما، ابوبکرؓ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ترکے سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا، اس وقت وہ فدک کی زمین اور خیبر کا حصہ طلب کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو ترکہ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس مال میں سے محمد ﷺ کے گھر والے ہی کھائیں گے، لیکن خدا کی قسم میں کسی چیز کو نہیں چھوڑ سکتا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

کہتے ہیں: پھر فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے قطع تعلق کیا اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے رات کے وقت ان کو دفنایا اور جنازے میں حضرت ابوبکرؓ کو نہیں بلایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ان کی وجہ سے لوگوں کی بہت زیادہ ہمدردیاں حضرت علیؓ کو حاصل تھیں، جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے حضرت علی سے منہ پھیر لیا۔ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں، پھر ان کا انتقال ہوا۔

معمر نے کہا کہ ایک آدمی نے زہری سے پوچھا کہ کیا علیؓ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی ؟ زہری نے جواب دیا نہیں، اور نہ ہی بنوہاشم میں سے کسی اور نے بیعت کی جب تک کہ علیؓ نے بیعت نہ کی۔ جب علیؓ نے دیکھا کہ لوگ ان سے چہرہ پھیر رہے ہیں تو انہوں نے مصالحت کی۔ انہوں نے ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آیے، لیکن کسی اور کو اپنے ساتھ مت لایے گا۔ کیوں کہ وہ اس بات کو پسند نہیں کر رہے تھے کہ عمرؓ بھی ساتھ آئیں ان کی سخت مزاجی کی وجہ سے۔ لیکن عمرؓ نے کہا کہ آپ اکیلے نہ جائیں۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میں اکیلے ہی جاؤں گا، آخر وہ میرے ساتھ کیا کر سکتے ہیں ؟

چناں چہ ابوبکرؓ اکیلے ہی حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے، جب پہنچے تو دیکھا کہ بنوہاشم سب جمع تھے۔ حضرت علیؓ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر کہا: اما بعد! اے ابوبکر! ہماری بیعت کے سامنے رکاوٹ کوئی تمہاری فضیلت کا انکار یا اس بھلائی کا انکار نہیں، جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے۔ لیکن ہم یہ

سمجھتے ہیں کہ حکم رانی کا حق ہمارا تھا تم لوگوں نے اس سلسلے میں ہم سے زیادتی کی۔ کہتے ہیں، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت، رشتہ داری اور حق کا ذکر کیا، علیؓ ان چیزوں کا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک ابو بکرؓ رو پڑے۔

جب علیؓ خاموش ہوئے تو ابو بکر نے خطبہ پڑھا، اس میں اللہ کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی، پھر کہا: امابعد! خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی میرے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے کہیں عظیم تر ہے۔ اور جن اموال کے بارے میں میرے اور آپ لوگوں کے درمیان بات چیت ہوتی رہی اور ان کے حوالے سے میرے سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس کی وجہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہم کسی کو مالی وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ اور بے شک اس مال میں سے محمد ﷺ کے اہل بیت ہی استعمال کریں گے اور خدا کی قسم! مجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا ہو اور میں اسے نہ کروں۔ ان شاء اللہ

اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا: آج رات آپ کی بیعت کا وعدہ ہے۔ جب ابو بکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو لوگوں سے خطاب کیا اس میں کچھ عذر بیان کرنے کے ساتھ حضرت علیؓ سے معذرت کی۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے انہوں نے ابو بکرؓ کی عظمت، فضیلت اور نیکی میں سبقت بیان کی، پھر ابو بکرؓ کی طرف بڑھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لوگ حضرت علیؓ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے آپ نے بہت اچھا اور درست کام کیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے، ابو بکر کی بیعت کی تو لوگ بھی ان کی طرف دوبارہ توجہ کرنے لگے۔

## حضرت عمرؓ کے قاتل ابولولو کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، زہری نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ کسی عجمی کو مدینے میں داخل نہیں ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے، مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ میرے پاس ایک غلام ہے جو بہ یک وقت بڑھئی، نقش ونگار کا ماہر اور لوہار بھی ہے۔ اس میں مدینے کے لوگوں کے لیے فوائد زیادہ ہیں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اسے مدینہ بھیج دوں؟ حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی تو وہ مدینے آیا اور اس پر دو درہم یومیہ کے حساب سے جزیہ یا مالک کی طرف سے اجرت مقرر کی گئی۔ اس شخص کو ابولولو کہا جاتا تھا جو اصلاً آتش پرست تھا۔ جتنا عرصہ اللہ نے چاہا وہ مدینے میں رہا، پھر

ایک دن وہ شکایت لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا کہ مالک نے اس پر زیادہ اجرت مقرر کردی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا کام کرسکتے ہو؟ اس نے کہا میں بڑھئی ہوں، آرٹسٹ ہوں اور لوہار بھی ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: جو ہنر تم جانتے ہو اس حساب سے یہ ٹیکس کوئی زیادہ نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

پھر ایک دن حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابولولوء وہاں سے گزرا، حضرت عمرؓ کہنے لگے: کیا یہ بات میں نے صحیح سنی ہے تم یہ کہتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا سے چلے گی؟ تو ابولولو بولا میں ایسی چکی بناؤں گا جس کے بارے میں تمام لوگ گفت گو کریں گے۔ کہتے ہیں: جب ابولولو گزر گیا تو حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔

جب اس نے جس چیز کا ارادہ کیا تھا اسے کر گزرنے کا عزم کیا تو ایک خنجر لے کر اسے چھپایا اور عمرؓ کے انتظار میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ صبح جلدی نکلتے اور لوگوں کو نماز کے لیے اٹھایا کرتے تھے۔ جب اس کے پاس سے حضرت عمرؓ گزرے تو ابولولو نے حملہ کیا خنجر سے تین وار کیے ایک خنجر ناف کے نیچے لگا جو ان کے قتل کا باعث بنا۔ ان کے علاوہ مسجد میں موجود بارہ آدمیوں پر حملہ جس میں سے چھ شہید ہوئے اور چھ بچ گئے پھر اس نے اپنے ہی خنجر سے خودکشی کی اور مر گیا۔

معمر نے کہا کہ میں نے زہری کے علاوہ کسی سے سنا ہے کہ اہل عراق میں سے ایک شخص نے اس پر برنس یا گاؤن پھینکا وہ اس میں پھنسا اور اپنے آپ کو ذبح کیا۔

معمر نے کہا کہ زہری کا بیان ہے: جب عمرؓ کے خون بہنے کی وجہ سے شہادت کا خوف ہوا تو عبدالرحمن بن عوفؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

زہری نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ ہم نے عمرؓ کو اٹھایا، میں تھا اور کچھ انصاری تھے ہم نے انہیں ان کے گھر پہنچایا تو صبح تک وہ بے ہوش رہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ تم لوگ ان کو ہوش میں نہیں لاسکتے سوائے نماز کی خبر کے ساتھ۔ تو ہم نے کہا: امیر المومنین! نماز کا وقت ہوگیا۔ کہتے ہیں یہ سن کر آنکھیں کھولیں اور پوچھا: لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں: تو کہنے لگے اسلام میں اس شخص کا کوئی حصہ نہیں جو نماز کو ترک کرے۔ بعض اوقات معمر کہتے کہ جس نے نماز کو ضائع کیا۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی جب کہ ان کے زخم سے ابھی خون بہہ رہا تھا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں پھر عمر نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور لوگوں سے پوچھو کس نے مجھے نیزہ مارا ہے؟ میں باہر گیا دیکھا تو لوگ جمع ہو کر باتیں کرر ہے تھے، میں نے پوچھا کہ حملہ آور کون تھا؟ کہنے لگے: اللہ کا دشمن ابولولو تھا جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام ہے۔ پھر میں عمرؓ کے پاس آیا تو وہ میرا انتظار ہی کرر ہے تھے کہ درست صورت حال معلوم کریں۔ میں نے عرض کیا، امیر المومنین! آپ کو اللہ کا دشمن ابولولو نے قتل کیا ہے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ اکبر! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرا قاتل ایسا شخص نہیں بنایا جو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کیے ہوئے ایک سجدے کے ساتھ مجھ سے جھگڑا کر سکے۔ میر ا یہی گمان تھا کہ عرب ہرگز مجھے قتل نہیں کریں گے۔

پھر ایک طبیب آیا اس نے عمرؓ کو نبیذ پلایا لیکن وہ سب پیٹ سے باہر نکلا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ خون کی سرخی ہے۔ پھر ایک اور آیا اس نے ان کو سفید دودھ پلایا لیکن دودھ پلانے والے نے کہا کہ امیر المومنین! آپ اپنا وصیت نامہ لکھوایے۔ عمر نے کہا کہ بنو معاویہ کے آدمی نے مجھے ٹھیک مشورہ دیا ہے۔

زہری، سالم سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: پھر عمرؓ نے چھ آدمیوں کو بلایا جن میں علی، عثمان، سعد، عبدالرحمن بن عوف اور زبیر شامل تھے مجھے یاد نہیں طلحہ کو بھی بلایا تھا یا نہیں۔ انہوں نے ان سے کہا کہ میں نے لوگوں کا جائزہ لیا لیکن ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر کہیں کوئی اختلاف ہے تو وہ تمہیں لوگوں میں ہے۔ لہذا تم آپس میں مشورہ کرو اور اپنے میں سے ایک کو امیر بنا دو۔

معمر، زہری سے وہ حمید بن عبدالرحمن سے اور وہ مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمن بن عوفؓ شوریٰ کے دنوں کی تیسری رات میں آئے، جب کہ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ انہوں نے مجھے سوتا ہوا پایا تو لوگوں سے کہا کہ ان کو اٹھا دو، لوگوں نے مجھے اٹھایا۔ جب میں ان سے ملا تو کہنے لگے آپ سور رہے ہیں؟ خدا کی قسم: آج تین دن ہو گئے میں نے نیند کا سرمہ تک نہیں لگایا۔ پھر کہا: جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ، یہ انصار کے صاحب حیثیت لوگ تھے۔ میں ان کو بلایا تو عبدالرحمن نے ان کے ساتھ مسجد میں طویل نشست کی، جب وہ لوگ چلے گئے تو کہا: جاؤ زبیر، طلحہ اور سعد کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا تو ان کے ساتھ بات چیت کی۔ جب وہ چلے گئے تو کہا: اب علی کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا تو ان سے تنہائی میں لمبی بات کی۔ جب وہ چلے گئے تو کہا: اب عثمان کو بلاؤ، میں نے بلایا تو ان سے فجر کی اذان تک گفت گو کی۔ پھر صہیبؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے

تو لوگ عبدالرحمن بن عوفؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور امابعد کے بعد کہنے لگے: میں نے لوگوں کا بغور جائزہ لیا میں نے کسی کو عثمان کے برابر نہیں پایا، لہذا اے علی! آپ کسی کو اپنے اوپر بات کرنے کا موقع مت دیجیے گا۔ پھر کہا اے عثمان! کیا تم اللہ اور اس کے رسول سے عہد ومیثاق کرتے ہو کہ تم اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور ان کے بعد گزرنے والے دونوں خلفا کے طریقے کی پیروی کروگے؟ عثمان نے جواب دیا بالکل کروں گا۔ عبدالرحمن نے اپنا ہاتھ عثمان کے ہاتھ پر رکھا اور بیعت کی، پھر تمام لوگوں نے بیعت کی اور پھر حضرت علیؓ نے بھی بیعت کی۔

باہر نکل کر ابن عباسؓ کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی تو ابن عباس نے کہا: تمھارے ساتھ دھوکہ کیا گیا، علی نے کہا: کیا یہ بھی دھوکہ ہے؟ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عثمان نے چھ سال تک اپنے پیش رو کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے کام کیا، ان چھ سالوں میں اپنے کام میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پھر شیخ کم زور پڑے جس کی وجہ سے ان کی حکم رانی پر دوسروں کا غلبہ ہو گیا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے سعید ابن المسیب نے بتایا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر، جن کو ہم نے کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، نے بتایا کہ عمر کے قتل کے وقت میں ہرمزان، جفینہ اور ابولولوۃ سے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ کچھ سرگوشی کر رہے ہیں، مجھے دیکھ کر وہ چونک گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب بھاگنے لگے تو ان سے ایک خنجر گرا جس کے دو سرے تھے اور دستہ درمیان میں لگا ہوا تھا۔ عبدالرحمن نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو عمر کو کس چیز سے قتل کیا گیا ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو وہی خنجر تھا جس کے بارے میں عبدالرحمن نے بتایا تھا۔

کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمرؓ اپنے گھر سے تلوار لے کر نکلا اور ہرمزان کے پاس پہنچا، ہرمزان سے کہا کہ میرے ساتھ چلو، میرا گھوڑا تلاش کرنا ہے، کیوں کہ ہرمزان گھوڑوں کی پہچان میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ نکلا اور عبیداللہ کے آگے آگے چلنا شروع کیا۔ جب عبیداللہ نے تلوار نکالی اور اس نے تلوار سونتنے کی آواز سنی تو فورا بولا: لاالہ الا اللہ، لیکن اس کو قتل کیا۔ پھر عبیداللہ جفینہ کے پاس گیا یہ نصرانی تھا، اس کو بلایا، جب وہ سامنے آیا تو اس پر وار کیا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان مارا۔ پھر ابولولوۃ کے پاس آیا جو چھوٹی عمر کی لڑکی تھی اور مسلمان ہونے کا دعوی کرتی تھی اس کو بھی قتل کیا۔ اس دن مدینہ اور اہل مدینہ ظلم کی تاریکی میں رہے۔ پھر عبیداللہ تلوار لہراتا ہوا واپس لوٹا اور کہہ رہا تھا خدا کی قسم! میں کسی قیدی وغیرہ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا گویا وہ اس سے بعض مہاجرین کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ لوگوں نے کہا: تلوار رکھ دو،

لیکن اس نے انکار کیا اور لوگ اس صورت حال میں اس کے قریب جانے سے کترا رہے تھے، پھر عمرو ابن العاصؓ اس کے پاس گئے اور کہا بھتیجے تلوار مجھے دو۔ چناں چہ اس نے تلوار دے دی، پھر عثمان اس پر کود پڑے اس کا سر پکڑا ان کی خوب لڑائی ہوئی اور پھر لوگوں نے دونوں کو چھڑایا۔

جب عثمان خلیفہ بنائے گئے تو لوگوں سے مشورہ لیا کہ اس شخص یعنی عبیداللہ کے بارے میں مشورہ دو، جس نے اسلام میں فساد کو داخل کیا، بعض مہاجرین نے اس کو قتل کرنے کا مشورہ دیا لیکن لوگوں کی بڑی تعداد نے کہا کہ کل ہی عمر کو قتل کیا گیا، کیا تم آج اس کے بیٹے کو بھی اس کے پیچھے بھیجنا چاہتے ہو؟ اللہ ہرمزان اور جفینہ کو دور کرے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت عمرو ابن العاص کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیرالمومنین! آپ کا اس کے ساتھ معاملہ اس وقت ہوا جب آپ کے ہاتھ میں حکم رانی نہیں تھی، اللہ نے آپ کو خیریت سے رکھا اور اب آپ کے پاس قوت اقتدار ہے لہٰذا اسے معاف کیجیے۔ چناں چہ عمرو کے خطاب سے لوگ منتشر ہوئے اور اور عثمانؓ نے تینوں مقتولوں کا خون بہا ادا کر دیا۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے حمزہ بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ ان کے والد نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ حفصہ پر رحم کرے، وہی تو تھی جس نے عبیداللہ کو ہرمزان اور جفینہ کے قتل پر اکسایا تھا۔

زہری، عبداللہ بن ثعلبہ یا ابن حلیفہ الخزاعی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہرمزان کو دیکھا وہ حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھا رہا تھا۔

معمر، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان نے کہا میں ہرمزان، جفینہ اور لڑکی کا ولی ہوں ان کا خون بہا ادا کروں گا۔

## شوریٰ کا واقعہ

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ سالم سے اور وہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جس وقت عمرؓ کو خنجر مارا گیا تو علی، عثمان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر اور میرا خیال ہے کہ سعد بن ابی وقاص کو بھی بلایا۔ ان سے کہا کہ میں نے لوگوں کے معاملے پر نظر کی ہے، ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اگر کوئی جھگڑا ہو سکتا ہے وہ تمھارے ہی درمیان ہو سکتا ہے۔ پھر تمھاری قوم بھی تمھی تین میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنائے گی۔ اے علی! اگر آپ کو لوگوں کی حکم رانی کا اختیار مل جاتا ہے تو اللہ سے ڈرو اور بنوہاشم کو

لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا۔ معمر نے کہا کہ زہری کے علاوہ راوی نے یہ جملہ کہا ہے: بنو ابی رکانہ کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا۔

معمر نے کہا کہ زہری نے سالم سے اور انہوں نے ابن عمر کے حوالہ سے بیان کیا ہے فرمایا کہ اے عثمان اگر آپ کو حق حکم رانی مل جاتا ہے تو اللہ سے ڈرو اور بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ اور اے عبدالرحمن! اگر آپ کو حکم رانی مل جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ عثمان نے مجھے شوریٰ میں شامل ہونے کے لیے بلایا جب کہ عمر نے مجھے شوریٰ میں شامل نہیں کیا تھا۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو میں نے کہا کیا آپ لوگوں کو اللہ کا خوف نہیں کہ امیر المومنین ابھی زندہ ہیں اور تم دوسرا امیر بنا رہے ہو؟ میرے ان الفاظ نے عمر کو نیند سے جگایا۔ اُنؓ کو بلا کر کہا کہ ذرا رک جاؤ، پہلے صہیب سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر مشاورت کرلو۔ تین دن کے اندر اتفاق سے نتیجہ نکلنا چاہیے اور مجاہدین کے لشکر کے لیے سپہ سالار بھی منتخب کرلو۔ اور جو شخص مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر امیر بننے کی کوشش کرے اسے قتل کردو۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: مجھے اس بات پر خوشی تھی کہ میں لوگوں میں شامل نہیں تھا کیوں کہ میں نے عمرؓ کو بہت کم دیکھا ہے کہ وہ ہونٹ ہلائیں مگر وہ کام نہ ہو جو انہوں نے کہا ہو۔

زہری نے کہا: جب عمرؓ کی شہادت ہوگئی تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں میں سے کسی ایک کو منتخب کرلوں اور تم سب مل کر حکم ران کے تعین کا اختیار اس کو دو۔ مسور کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! انہوں نے مہاجرین اور انصار میں سے کسی صاحب رائے کو نہیں چھوڑا مگر اس سے اسی رات مشورہ نہ لیا ہو۔

## غزوہ قادسیہ وغیرہ

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید کو ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا، جس میں عمر بن خطاب اور زبیر بھی موجود تھے۔ لیکن اس لشکر کی روانگی سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ ابوبکر کی بیعت تک اسامہ اپنی جگہ پر ہی رہے، جب ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو اسامہ نے ان سے کہا کہ نبی ﷺ مجھے ایک مہم پر روانہ فرما رہے تھے اب مجھے خوف ہے کہ اہل عرب مرتد نہ ہوجائیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے پاس رہوں تاکہ آپ کچھ

انتظار کر سکیں۔ ابوبکرؓ نے کہا میں ایسے کام کو نہیں روک سکتا جس کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے دیا ہو اگر چاہو تو عمر کو پیچھے رہنے کی اجازت دیدینا۔ چناں چہ ان کو اجازت دے دی اور اسامہ خود اس جگہ پر چلے گئے جہاں جانے کا رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اچانک دھند نے ان کو ایسا گھیرا کہ لشکر کا ایک فرد دوسرے فرد کو دیکھنے سے قاصر تھا، دھند ختم ہونے کے بعد دیکھا کہ جس علاقے میں لشکر جانا چاہتا تھا وہاں کا ایک آدمی اس جگہ موجود تھا، اس کو پکڑا تا کہ راستے کی رہ نمائی کرے، یوں اس علاقے میں پہنچے اور جس جگہ پر حملے کا حکم دیا گیا تھا اس پر حملہ کیا۔ لوگوں نے جب اس کے بارے میں سنا تو گفت گو کرنے لگے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ اہل عرب باہمی اختلافات کا شکار ہو گئے ہیں لیکن ان کے گھڑ سوار فلاں فلاں علاقے میں ہیں۔ یوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ افواہ مسلمانوں سے دور کر دی۔ اسامہ بن زید اس وقت سے اپنی وفات تک امیر کہلانے لگے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت ان کو امیر بنا کر بھیجا تھا۔

عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جب عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے خالد بن ولید کو ہٹا کر ابوعبیدہ ابن الجراح کو ان کی جگہ سپہ سالار بنادیا اور اپنا فرمان اس وقت بھیجا جب وہ جنگ یرموک کے لیے شام میں موجود تھے۔ عمرؓ کا فرمان ابوعبیدہ کے پاس دو ماہ تک رہا جو انہوں نے خالد کو ان سے شرم کی وجہ سے نہیں دکھایا۔ خالد نے کہا اے آدمی اپنا فرمان نکال! ہم تمھاری اطاعت اور فرماں برداری کے لیے تیار ہیں۔ میری عمر کی قسم لوگوں میں سے ہمارے محبوب ترین لوگ چلے گئے اور ہمارے ناپسندیدہ لوگوں کو حکومت دی گئی، چناں چہ ابوعبیدہ نے ان کو گھڑ سواروں کا کمانڈر بنادیا۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ سالم سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے ابن طاوس نے عکرمہ سے انہوں نے خالد سے اور انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت بیان کی، ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں حفصہ کے پاس گیا تو ان کی زلفوں سے پانی ٹپک رہا تھا میں نے ان سے کہا کہ لوگوں کا حال آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ انہوں نے مجھے اقتدار میں کوئی حصہ نہیں دیا۔ وہ کہنے لگیں کہ آپ جا کر ان کے ساتھ ملیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ آپ اپنے کو الگ تھلگ رکھیں گے تو گروہ بندی ہو سکتی ہے۔ جب تک ابن عمر وہاں سے نہیں نکلے وہ یہی کہتی رہیں۔

جب دو ثالث ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو معاویہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ جو حکم رانی کا دعوے دار ہے وہ ذرا اپنا چہرہ سامنے کرے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ ایوب سختیانی سے اور وہ حمید بن طلال سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جنگ قادسیہ کے دن گھڑ سواروں کی کمان قیس بن مکشوح العبسی کے ہاتھ میں، پیادہ فوج کی کمان مغیرہ بن شعبہ الثقفی کے ہاتھ میں، جب تمام فوج کی کمان سعد بن ابی وقاص کے ہاتھ میں تھی۔ قیس نے کہا کہ میں نے جنگ یرموک دیکھا ہے جنگ اجنادین، یوم بیسان اور یوم فحل دیکھا ہے لیکن آج کے دن کے برابر تعداد، اسلحہ اور جنگ کی تیاری میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم مجھے ان کی اطراف کا سرا نظر نہیں آرہا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ یہ شیطان کی جھاگ اور شیطانی بلبلے ہیں، اگر ہم ان پر حملہ کریں گے تو اللہ ان کے بعض کو بعض پر مسلط کر دے گا۔ ہرگز تم مجھے نہیں ملو گے جب میں اپنے پیادوں کے ساتھ ان پر حملہ کروں تو تم اپنے گھڑ سواروں کے ساتھ پیچھے سے حملہ کر دو، بل کہ اپنے گھڑ سواروں کو روک کر رکھو جب یہ تمھارے قریب آئیں تب حملہ کرنا۔

کہتے ہیں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا اللہ اکبر! میں نے ان کے پیچھے سے زمین دیکھ لی ہے۔ مغیرہ نے کہا بیٹھ جاؤ، جنگ سے پہلے کھڑا ہونا اور بات کرنا بزدلی کی علامت ہے۔ تم میں سے جو شخص کام یابی کا ارادہ کرے تو اپنے نیزے کے درمیانی حصے کی کوشش کرے۔ پھر کہا میں اپنے جھنڈے کو تین مرتبہ لہراؤں گا۔ جب پہلی مرتبہ لہراؤں تو تم تیار ہو جاؤ۔ جب میں تیسری مرتبہ لہراؤں تو حملے کی پوزیشن سنبھال لو یا یوں کہا کہ حملہ کر دو اور میں اٹھا کے رکھوں گا۔

کہتے ہیں کہ اس نے تیسری مرتبہ لہرایا پھر حملہ کیا اس وقت ان پر دو زرہیں تھیں۔ ہم ان کے پاس پہنچ نہ سکے تھے کہ انہوں نے دشمن کی صفوں میں تباہی مچادی تھی اور اس دوران ان کی ایک آنکھ بھی پھوٹ گئی اور دشمن پر فتح حاصل ہوگئی۔ کہتے ہیں پھر اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر مسلط کر دیا یہاں تک کہ وہ ڈھیر ہو گئے۔ جو ان میں سے ایک یا دو آدمیوں کو قتل کرنا چاہتا آرام سے کر لیتا تھا۔

## حضرت فاطمہؓ کی شادی

عبدالرزاق، معمر سے وہ ایوب سے وہ عکرمہ اور ابی یزید المدینی یا ان میں سے کسی ایک سے (اس میں معمر کو شک ہے) روایت ہے کہ اسماء بنت عمیسؓ نے کہا کہ جب فاطمہؓ کی رخصتی ہوئی اور علیؓ کے گھر پہنچی

توان کے گھر میں ہمیں کوئی چیز نہ ملی سوائے پھیلی ہوئی ریت، ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، پانی کا ایک گھڑا اور پانی پینے کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے علی کے پاس پیغام بھیجا کہ اس بات کا اظہار کسی کے سامنے نہ کرنا اور میرے آنے تک نہ ہی کسی رشتہ دار سے ملنا ہے۔ چناں چہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آواز دی میرا بھائی موجود ہے؟ ام ایمن جو حبشی نسل لیکن نیک عورت تھی اور اسامہ بن زید کی والدہ تھی، کہنے لگی کہ اے اللہ کے نبی! وہ آپ کے بھائی ہیں اور آپ نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کرادیا ہے؟ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں مواخاۃ یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا تھا تو علیؓ کو اپنا بھائی قرار دیا تھا، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں! ام ایمن ایسا ہی ہے۔

کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک برتن منگوایا جس میں پانی تھا آپؑ نے اس پانی پر اللہ نے جو چاہا پڑھ لیا پھر اس میں ہاتھ لگا کر علی کے چہرے اور سینے پھیرا۔ پھر فاطمہؓ کو بلایا جب وہ آنے لگیں تو شرم وحیا کی وجہ سے دوپٹے کی جھالر سے ان کا پاؤں الجھ گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے اوپر بھی پانی کے چھینٹے ڈال دیئے اور ان کے لیے اللہ نے جو چاہا دعائیں مانگیں۔ پھر ان سے فرمایا میں نے آپ کو نظر انداز نہیں کیا بل کہ آپ کا نکاح اپنے رشتہ داروں میں ایسے شخص سے کرایا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے پردے یا دروازے کے پیچھے موجود کسی وجود کو دیکھا اور پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا اسماء: پھر آپ ﷺ نے پوچھا اسماء بنت عمیس؟ جواب دیا جی ہاں اے اللہ کے رسول۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ کے رسول اور اس کی بیٹی کی عزت وتکریم کے لیے آئی ہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں اے اللہ کے رسول! یہ لڑکی ہے جس کی آج شادی مکمل ہو رہی ہے، ایسے موقع پر کسی عورت کا قریب میں ہونا ضروری ہے تاکہ کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ اس کے پاس پہنچ سکے۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی اور میرے نزدیک یہ میرا نہایت عمدہ عمل تھا۔ پھر آپ نے علی سے فرمایا کہ لو اپنی اہلیہ کا ہاتھ پکڑو، یہ کہہ کر آپ نکل گئے۔ اسماء کہتی ہیں کہ آپ ﷺ دیوار کے پیچھے اوجھل ہونے تک ان دونوں کے لیے دعائیں کرتے رہے۔

عبدالرزاق، یحیی بن علاء البجلی سے وہ اپنے چچا شعیب بن خالد سے وہ حنظلہ بن سبرہ بن المسیب سے وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت فاطمہؓ کے رشتے کے سلسلے میں بات کی جاتی تو آپ انکار فرماتے، یہاں تک کہ سب لوگ مایوس ہو گئے، ایک مرتبہ سعد بن معاذؓ کی ملاقات علیؓ سے ہوئی تو کہا کہ

اے علی! خدا کی قسم! میرا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کا رشتہ شاید تمھارے لیے ہی روک کر رکھا ہوا ہے۔ علیؓ نے کہا آپ کو کیسے اندازہ ہوا؟ خدا کی قسم میں کوئی مال دار آدمی ہوں نہیں کہ میرے پاس سے پیسے ہوں، سب کو معلوم ہے کہ میرے پاس سونا ہے نہ چاندی ہے۔ نہ میں ایسا کافر ہوں کہ جس کو رشتہ دینے سے تالیف قلب مقصود ہو، میں تو سب سے پہلے زمانے کا مسلمان ہوں۔

سعد بن معاذؓ نے کہا کہ میں آپ کے بارے میں ہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ ہی سے مجھے ان کے بارے میں تسکین دہ خبر ملے گی۔ علی نے پوچھا پھر میں کیا کروں؟ سعد نے کہا آپ جائیں اور پیغمبر ﷺ کے پاس جا کر کہیں کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کے پاس فاطمہ کا رشتہ مانگنے آیا ہوں۔ کہتے ہیں کہ علی چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر علی کی زبان بھاری ہوگئی اور بات نہ کرسکے تو نبی ﷺ نے خود پوچھا کہ علی کیا کسی کام سے آئے ہو؟ علی نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ! میں فاطمہ بنت محمد ﷺ کا رشتہ مانگنے آیا ہوں۔ تو آپ نے مرحبا کہا، لیکن ذرا کم زور کلمات کے ساتھ۔

پھر علی، سعد بن معاذ کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ علیؓ نے کہا کہ میں نے وہی کہا جو آپ نے سکھایا تھا، لیکن آپ ﷺ نے ذرا کم زور لہجے میں مرحبا کے علاوہ کوئی خاص پذیرائی نہیں فرمائی۔ سعد نے کہا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا، اس ذات کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ بھیجا ہے انہوں نے آج تک کبھی وعدہ خلافی نہیں کی اور نہ کبھی کذب کا ارتکاب کیا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں آپ کل ضرور جائیں اور کہیں کہ اے اللہ کے نبی! آپ کب میرے ساتھ رخصتی کرا رہے ہیں؟

علیؓ نے کہا کہ یہ تو پہلے سے بھی مشکل بات ہے۔ کیا میں اس کی جگہ یہ نہ کہوں کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرا کام ہوگا؟ سعد نے کہا تم وہ کہو جس کا میں نے حکم دیا ہے۔ چناں چہ علیؓ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول کب رخصتی فرما رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دن میں ان شاء اللہ۔ پھر آپ ﷺ نے بلال کو بلایا اور کہا بلال! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی سے کیا ہے اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ نکاح کے وقت کھانا کھلانا میری امت کا طریقہ ہو جائے۔ تم گلے کے پاس جاؤ اور ایک بکری لے کر آؤ اور اس کے ساتھ چار یا پانچ مد غلہ بھی لے آؤ۔ ایک برتن میں کھانا تیار کرو، تاکہ میں مہاجرین اور انصار کو دعوت میں جمع کروں۔ جب یہ سب کچھ تیار ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔ بلال گئے اور حکم کے مطابق کام کیا، پھر اس کھانے کو آپ ﷺ کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے اس کھانے پر نیزہ چھویا

اور فرمایا لوگ گروپ کی شکل میں آتے جائیں، اور ایک گروپ کے فارغ ہونے سے پہلے دوسرا گروپ داخل نہ ہو، چناں چہ لوگ آتے گئے اور جاتے گئے۔ جب ایک گروپ فارغ ہوجاتا تو دوسرا گروپ آتا اس طرح سب لوگ فارغ ہوگئے۔

اس کے بعد رسول ﷺ بچے ہوئے کھانے کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا لعاب مبارک اس میں ڈال دیا اور برکت کی دعا کی اور بلال کو حکم دیا کہ اسے اپنی ماؤں کے پاس لے جانا اور ان سے کہنا کہ خود بھی کھائیں اور جو خواتین ان کے پاس آئی ہیں ان کو بھی کھلائیں ۔ پھر نبی کریم ﷺ اٹھ کر ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی سے کرایا ہے، تم لوگوں کو تو معلوم ہی ہے اب میں اسے اس کے حوالے کروں گا ان شاء اللہ، لہٰذا اپنی بیٹی کو تیار کرو۔ عورتیں اٹھیں اور ان کو عروسی لباس پہنایا اور خوش بو لگائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ان کو دیکھ کر عورتیں ہٹ گئیں، عورتوں اور پیغمبر ﷺ کے درمیان پردہ ڈالا ہوا تھا۔ ان عورتوں میں سے اسما بنت عمیسؓ پیچھے رہ گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا رک جایے کون ہیں آپ؟ وہ کہنے لگی کہ میں وہ ہوں جو آپ کی بیٹی کا خیال رکھے، کیوں کہ یہ لڑکی ہے جس کی ابھی رخصتی ہو رہی ہے ان کے پاس کسی عورت کا ہونا ضروری ہے، اگر ان کو کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے اپنی حاجت بیان کرسکے اور وہ اس کی حاجت پوری کرسکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی بھی سامنے سے، پیچھے، دائیں بائیں سے اور ہر طرف شیطان مردود سے تمھاری حفاظت کرے۔

پھر آپ ﷺ نے فاطمہ کو بلایا وہ آئیں، جب علی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ہچکچائی اور رو پڑی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ کو خیال ہوا کہ شاید رونے کی وجہ یہ ہے کہ علی کے پاس کوئی مال نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے تمھیں اپنے دل سے نظرانداز نہیں کیا بل کہ میں نے تمھارے لیے اپنے بہترین رشتہ دار کا انتخاب کیا ہے۔ خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے تمھارا نکاح ایسے انسان سے کیا جو دنیا میں نیک بخت ہے اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

اسما بنت عمیسؓ، فاطمہ کے ساتھ رہی، نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ایک ٹب لاؤ اور اس میں پانی بھر دو، چناں چہ اسما نے ٹب میں پانی بھرا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں کلی کی، اپنا چہرہ اور پاؤں دھوئے پھر فاطمہ کو بلایا، آپؐ نے ایک چلو پانی لیا اور ان کے سر پر ڈالا پھر ایک اور چلو لے کر ان سینے پر

پھینکا، پھر پانی کے چھینٹے اپنے اور فاطمہ پر ڈال دیے اس کے بعد فاطمہ کی گردن پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ یہ میرے سے ہے اور میں اس سے ہوں، اے اللہ جس طرح آپ نے مجھ سے گندگی دور کر دی ہے اور مجھے پاک صاف کیا ہے اسی طرح ان کو بھی پاک صاف کر دے۔

پھر ایک اور ٹب پانی منگوایا اور علی کو بلایا ان کے ساتھ بھی وہی عمل کیا جو پہلے کیا تھا اور ان کے لیے دعا کی جیسا کہ فاطمہ کے لیے دعا کی تھی۔ پھر دونوں سے فرمایا اب جاؤ اپنے گھر، اللہ تعالیٰ تمھارے ہر راز میں برکت عطا فرمائے اور تمھارے دل کی اصلاح فرمائے، پھر آپ اٹھے اور دروازے کو خود ہی بند کر کے تشریف لے گئے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھے اسماء بنت عمیس نے بتایا اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ان دونوں کے لیے خصوصی دعائیں کرتے ہوئے جا رہے تھے اس دعا میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کر رہے تھے یہاں تک اپنے گھر کی دیوار کی اوٹ میں چلے گئے۔

عبدالرزاق، وکیع بن الجراح سے وہ شریک سے اور وہ ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ جب علیؓ نے فاطمہؓ سے شادی کی تو فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ نے میری شادی کم زور نگاہ اور بڑے پیٹ والے سے کرادی، تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمھاری شادی اس سے کرادی اس لیے کہ وہ اسلام میں میرا پہلا ساتھی رہا ہے وہ زیادہ علم اور بہت تحمل والا انسان ہے۔

عبدالرزاق، معمر سے وہ زہری سے وہ عروہ بن زبیر سے اور وہ اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ایک دراز گوش (گدھا) پر، جس پر پالان لگا ہوا تھا اور نیچے فدک کی بنی ہوئی شہنیل کا کپڑا بچھا ہوا تھا، سوار ہوئے، ان کے پیچھے اسامہ بن زید بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت وہ بنو حارث بن خزرج قبیلے کے سردار سعد بن عبادہؓ کے پاس جا رہے تھے۔ اور یہ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ ﷺ ایک مجمع کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک، یہودی اور ستارہ پرست سب ہی موجود تھے، اسی مجلس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا اور عبداللہ بن رواحہؓ بھی موجود تھے۔

جب سواری کے چلنے کی گرد و غبار مجلس پر پڑی تو عبداللہ بن ابی نے اپنے منہ کو رومال سے ڈھانپ دیا اور کہا گرد و غبار مت اڑاؤ۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے سلام کیا آپ نیچے اترے، ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور کچھ قرآن کریم کی آیات میں سے کی تلاوت کی۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی کہنے لگا کہ اے آدمی! کیا یہ اچھا نہیں ہوگا؟ اگر وہ بات جو آپ کہتے ہیں حق ہے تو ہمیں ہماری محفلوں میں

تکلیف نہ دیں، آپ اپنی سواری پر اپنے گھر جائیں، جو شخص ہم سے تمھارے پاس آئے اسے بتائیں، اس پر عبداللہ بن رواحہ کہنے لگے کہ یارسول اللہ! آپ ہماری مجالس میں آیا کریں ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔

اب مسلمان، مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے یہاں تک کہ ایک دوسرے پر حملے کی نوبت آگئی، رسول اللہ ﷺ ان کو ٹھنڈا کرتے رہے، پھر آپ ﷺ سوار ہو کر سعد بن عبادہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے سعد! کیا آپ نے سنا کہ ابو حباب کیا کہتا ہے؟ ابو حباب سے عبداللہ بن ابی مراد لے رہے تھے، پھر بتایا کہ اس نے آج ایسا ایسا کہا۔

اس پر سعدؓ کہنے لگے کہ اس کو معاف کر دیجیے اے اللہ کے رسول! اور درگزر کیجیے۔ خدا کی قسم! اللہ نے آپ کو حق عطا کیا ہے۔ دراصل اس علاقے کے لوگوں نے اس کو تاج پہنانے کا فیصلہ کیا تھا یعنی اس کو اپنا سردار اور بادشاہ چنا تھا۔ پھر اللہ نے اس حق کے ساتھ جو اس نے آپ کو عطا فرمایا ہے کے ذریعے اس کو روک دیا، یہ بات اس کے دل کو لگی۔ اسی وجہ سے اس نے وہ کیا جو آپ نے دیکھ لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔